Digitized by Khilafat Library Rabwah

(ماہنامۂ اُردو)

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

(یعنی)

دُنیا کے مذاہب پر نظر

مرتبہ

علی محمدؐ اجمیری

بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ماہ جون ۱۹۳۹ء

جلد ۳۸ — عدد ۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سنہ ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا:۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا،

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا،

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا،

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے۔ تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائے گا

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرون ہند تین روپے۔ اور بیرون ہند ساڑھے تین روپے ہے

طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے۔ بوجہ علمی مجلّہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
رُبع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز قادیان

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

ج ۳۸ | ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق یکم جون ۱۹۳۹ء | عدد ۶

فہرست مضامین

اخلاقِ فاضلہ — صہ ۲ — آج سے چھتیس برس پیشتر کے رسالہ ریویو سے اقتباس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور امنِ عالم — صہ ۳ — از افاضات سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

مذہب کیا ہے؟ — صہ ۲۰ — از حقّانی ایم-اے

مسلمان اور علم جغرافیہ — صہ ۳۷ — از ابنِ عمر

فلسفہ کا حیاتِ انسانی پر اثر — صہ ۴۶ — از "ذاکر عجمی"

گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کا قتل — صہ ۵۲ — از گیانی واحد حسین صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لئے اچھی چیز ہے، اور جب وہ کہتے ہیں، صحت بڑی اچھی چیز ہے، تو اس کے معنے بھی یہ نہیں ہوتے، کہ میرے دشمن کی صحت اچھی چیز ہے، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے، کہ میرے لئے صحت بڑی اچھی چیز ہے، ورنہ دشمن کے متعلّق تو انسان یہی چاہتا ہے کہ وہ نادار اور کمزور ہو، اسی طرح جب لوگ عزّت و رتبہ کے متمنّی ہوتے ہیں، تو ہر شخص کے لئے نہیں، بلکہ محض اپنے لئے، پس جب دُنیا کا یہ حال ہے، تو خالی امن کی خواہش بھی فساد کا موجب ہو سکتی ہے، کیونکہ جو لوگ بھی امن کے متمنّی ہیں، وہ اس رنگ میں امن کے متمنی ہیں، کہ صرف انھیں اور انکی قوم کو امن حاصل رہے، ورنہ دشمن کے لئے وہ یہی چاہتے ہیں، کہ اس کے امن کو مٹا دیں، اب اگر اس اصل کو رائج کر دیا جائے، تو دُنیا میں جو بھی امن قائم ہو گا، وہ چند لوگوں کا امن ہو گا، ساری دُنیا کا نہیں ہو گا، اور جو ساری دنیا کا امن نہ ہو، وہ حقیقی امن نہیں کہلا سکتا، حقیقی امن تبھی پیدا ہو سکتا ہے، جب انسان کو یہ معلوم ہو، کہ میرے اوپر ایک بالا ہستی ہے، جو میرے لئے ہی امن نہیں چاہتی بلکہ ساری دُنیا کے لئے امن چاہتی ہے، اور جو میرے مُلک کے لئے ہی امن نہیں چاہتی، بلکہ سارے ملکوں کے لئے امن چاہتی ہے، اور اگر میں صرف اپنے لئے یا صرف اپنی قوم کے لئے یا صرف اپنے ملک کے لئے امن کا متمنّی ہوں، تو اس صورت میں مجھے اسکی مدد، اسکی نصرت اور اسکی خوشنودی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی، جب یہ عقیدہ دُنیا میں رائج ہو جائے، تبھی امن قائم ہو سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ پس اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ کہہ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی ارادوں کو پاک وصاف کر دیا، اور یہ تسلیم شدہ بات ہے، کہ جب تک ارادے درست نہ ہوں، اس وقت تک کام بھی درست نہیں ہو سکتا، دُنیا میں اس وقت جتنے فساد اور لڑائیاں ہیں، سب اسی وجہ سے ہیں، کہ انسانوں کے ارادے صاف نہیں، وہ مُنہ سے جو باتیں کرتے ہیں، ان کے مطابق اُن کی خواہشات نہیں، اور اُنکی خواہشات کے مطابق اُن کے اقوال و افعال نہیں، آج سب دُنیا کہتی ہے، کہ لڑائی بُری چیز ہے، لیکن اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے، کہ اگر ہمارے خلاف کوئی لڑے تو یہ بُری بات ہے، لیکن اگر ان کی طرف سے جنگ کی ابتداء ہو، تو یہ کوئی بُری بات نہیں سمجھی جاتی، اور یہ نقص اسی وجہ سے ہے، کہ لوگوں کی نظر ایک ایسی ہستی پر نہیں، جو سلام ہے، وہ سمجھتے ہیں، جہاں تک ہمارا فائدہ ہے، ہم ان باتوں پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عمل کرینگے، مگر جب ہمارے مفاد کے خلاف کوئی بات آئے گی، تو اسے ردّ کر دینگے، پس یہی عقیدہ حقیقی امن کی طرف دُنیا کو لا سکتا ہے، کہ دُنیا کا ایک خدا ہے، جو یہ چاہتا ہے، کہ سب لوگ امن سے رہیں، جب ہمارا یہ عقیدہ ہوگا، تو اس وقت ہماری خواہشات خود غرضی پر مبنی نہیں ہونگی، بلکہ دُنیا کو عام نفع پہنچانے والی ہونگی، اس وقت ہم یہ نہیں دیکھیں گے، کہ فلاں بات کا ہمیں فائدہ پہنچتا ہے، یا نقصان بلکہ ہم یہ دیکھیں گے، کہ ساری دُنیا پر اُس کا کیا اثر ہے، یُوں تو دنیا ہمیشہ اپنے فائدہ کے لئے دوسروں کے امن کو برباد کرتی رہتی ہے، لیکن اس عقیدہ کے ماتحت ایسا کرنے کی جرأت اس میں نہیں ہوگی، کیونکہ وہ سمجھے گی کہ اگر مَینے ایسا کیا، تو ایک بالاہستی مجھے کُچل کر رکھ دے گی، جیسے ایک بچّہ جب دوسرے کا کھلونا چھین لیتا ہے، تو وہ اپنے لئے امن حاصل کر لیتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے کا امن چھینا جاتا ہے، اور ایک تو خوش ہو رہا ہوتا ہے، اور دوسرا رو رہا ہوتا ہے، ایسی حالت میں کیا تم سمجھتے ہو کہ ماں باپ یا اُستاد اگر وہاں موجود ہوں تو وہ اس کھیل کو جاری رہنے دینگے، وہ کبھی اس کو برداشت نہیں کرینگے، بلکہ جس بچّہ نے کھلونا چھینا ہوگا، اُس سے کھلونا واپس لے کر اس کے اصل مالک کو دے دیں گے، اور جب وہ ایسا کرتے ہیں، تب بچّہ سمجھتا ہے، کہ وہ امن جو دوسرے کے امن کو برباد کرکے حاصل کیا جاتا ہے، وہ کبھی قائم رہنے والا نہیں، اور حقیقی امن وہی ہے، جو ایسی صورت میں حاصل ہو، جبکہ کسی کے حق کو تلف نہ کیا گیا ہو۔

غرض حقیقی امن اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا، جب تک ایک بالاہستی تسلیم نہ کی جائے، اور یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ امن دینے والا ہے صرف اسلام نے ہی پیش کیا ہے، اور اسی نے کہا ہے اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ۔

اس کے بعد وہ پیغام ہے، جو اس ہستی کی طرف سے آتا ہے، کیونکہ جب ایک امن قائم رکھنے کی خواہشمند ہستی کا پتہ مل گیا، تو انسان کے دل میں یہ معلوم کرنے کی بھی خواہش پیدا ہو جاتی ہے، کہ آیا اس نے امن قائم کرنے کا کوئی سامان بھی کیا ہے، یا نہیں، کیونکہ اگر اس نے امن قائم کرنے کا کوئی سامان نہیں کیا، تو یہ لازمی بات ہے، کہ اگر ہم خود امن قائم کرنے کی کوشش کرینگے، تو اس بات کا امکان ہو سکتا ہے، کہ بجائے امن کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فساد پیدا کر دیں۔ پس محض امن قائم کرنے کی خواہش انسان کو صحیح راستہ پر قائم نہیں رکھ سکتی، جب تک ایک بالا ہستی کی ایسی ہدایات بھی معلوم نہ ہوں، جو امن قائم کرنے میں ممد اور معاون ہوں، کیونکہ اگر انسان کو اپنے بالا افسر کی خواہشات کا صحیح علم نہ ہو، تو انسان باوجود اس آرزو کے کہ وہ اُسکے احکام کی اطاعت کرے، اُسے پوری طرح خوش نہیں رکھ سکتا، بس اگر ہمیں اپنے بالا افسر کی خواہش تو معلوم ہو، لیکن اس خواہش کو پُورا کرنے کا طریق معلوم نہ ہو، تب بھی ہمارا امن قائم نہیں رہ سکتا، کیونکہ ممکن ہے، ہم کوئی اور طریق اختیار کریں، اور اس کا منشاء کوئی اور طریق اختیار کرنا ہو، پس ہمارے امن کے لئے یہ بھی ضروری ہے، کہ وہ بالا ہستی ہمیں کوئی ایسا ذریعہ بھی بتائے، جو امن قائم کرنے والا ہو، سو اس غرض کے لئے جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں، اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کہ آیا اس نے کوئی ایسا ذریعہ بتایا ہے یا نہیں، تو سورہ بقرہ میں ہمیں اس کا جواب نظر آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ۔ یعنی یہ جو آسمان پر سلام خدا کی خواہش ہے، کہ دُنیا میں امن قائم ہو، اس کے لئے ضروری تھا، کہ ہم ایک مرکز قائم کرتے، جو دُنیا کو امن دینے والا ہوتا، سو ہم نے بیت اللہ کو مدرسہ بنایا ہے، یہاں چاروں طرف سے لوگ جمع ہونگے، اور امن کا سبق سیکھیں گے، پس ہمارے خدا نے صرف خواہش ہی نہیں کی، صرف یہ نہیں کہا، کہ تم امن قائم کرو، ورنہ مَیں تم کو سزا دُونگا، بلکہ اس دُنیا میں اُس نے امن کا ایک مرکز بھی قائم کر دیا، اور وہ خانہ کعبہ ہے، فرماتا ہے، یہاں لوگ آئینگے، اور اس مدرسہ سے امن کا سبق سیکھیں گے۔

پھر یہ کہ اس مدرسہ کی تعلیم کیا ہوگی، اس کے لئے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر اعلان فرما دیا، کہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ (مائدہ - ۳) یعنی اے لوگو تم تاریکی میں پڑے ہوئے تھے، تم کو یہ پتہ نہیں تھا، کہ تم اپنے خدا کی مرضی کو کس طرح پُورا کر سکتے ہو، اس لئے دُنیا میں ہم نے تمہارے لئے ایک مدرسہ بنا دیا ہے، مگر خالی مدرسہ کام نہیں دیتا، جب تک کتابیں نہ ہوں، پس فرمایا قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ خدا کی طرف سے تمہاری طرف ایک نور آیا،

Digitized by Khilafat Library Rabwah
جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، اور اس کے ساتھ ایک کتاب مبین ہے، ایسی کتاب جو ہر قسم کے مسائل کو بیان کرنے والی ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اسلام کے لئے امن کا مدرسہ بھی قائم کر دیا، امن کا کورس بھی مقرر کر دیا، اور مدرّسِ امن بھی بھیج دیا۔۔۔۔ مدرّسِ امن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور امن کا کورس وہ کتاب ہے، جو يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ کی مصداق ہے جو شخص خدا کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے، اُسے چاہیئے کہ اس کتاب کو پڑھے، اس میں جس قدر سبق ہیں، وہ سُبُلَ السَّلَامِ یعنی سلامتی کے راستے ہیں، اور کوئی ایک حکم بھی ایسا نہیں جسپر عمل کر کے انسانی امن برباد ہو سکے۔

ایک بالا ہستی کا وجود ہمارے ارادوں کو درست کرتا ہے، مدرسہ کا قیام ہماری عملی مشکلات کو حل کرنے میں مدد دیتا ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اس کتاب کی عملی تفسیر ہے، جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میرے ذریعہ خدا تعالےٰ نے وہ کتاب بھیج دی ہے، جس میں وہ تمام تفصیلات موجود ہیں، جن سے امن حاصل ہو سکتا ہے۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے، کہ یہ امن جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے، کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے، قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (نحل ع۵)، یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے، جس نے دنیا میں امن قائم کر دیا، اور انسان کی تڑپ اور فکر کو دُور کر دیا، اور کہو وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، وہ بندے جو خدا تعالےٰ کے پسندیدہ ہو جائیں، اور اپنے آپ کو اُسکی راہ میں فدا کر دیں، اُنکے لئے بھی امن پیدا ہو جائے گا، اور وہ بھی با امن زندگی بسر کرنے لگ جائینگے، یہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا، کہ تمام لوگ جو آپؐ کی اتباع کرنے والے اور آپ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والے ہیں، ان کے لئے کامل امن ہے، اور وہ اپنی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی بد امنی نہیں دیکھ سکتے۔

پھر سوال پیدا ہوتا تھا، کہ جب خدا اسلام ہے، تو اُسکی طرف سے امن ساروں کے لئے آنا چاہیئے، نہ کہ بعض کے لئے، کیونکہ اگر خالی اپنوں کے لئے امن ہو، تو یہ کوئی کامل امن نہیں کہلا سکتا، اس کا بھی اللہ تعالےٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن کریم میں جواب دیتا ہے، فرمایا وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ (زخرف - ۷)، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی تعلیم لے کر آئے ہیں، جو ساروں کے لئے ہی امن کا موجب ہے، اور ہر شخص کے لئے وہ رحمت کا خزانہ اپنے اندر پوشیدہ رکھتی ہے، مگر افسوس کہ لوگ اس کو نہیں سمجھتے، بلکہ وہ اس تعلیم کے خلاف لڑائیاں اور فساد کرتے ہیں جو ان کے لئے نوید اور خوشخبری ہے، یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ کہنا پڑا، کہ خدایا میں اپنی قوم کی طرف امن کا پیغام لے کر آیا تھا، مگر اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ - یہ قوم جس کے لئے میں امن کا پیغام لایا تھا، یہ تو مجھے بھی امن نہیں دے رہی۔ اٰمَنَ کے معنے ایمان لانے کے بھی ہوتے ہیں، اور اٰمَنَ کے معنے امن دینے کے بھی ہوتے ہیں، وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ میں اسی امر کا ذکر ہے، کہ ہمارا نبی ہم سے پکار پکار کر کہتا ہے، کہ خدایا باوجودیکہ میں اپنی قوم کے لئے امن کا پیغام لایا تھا، وہ اسکی قدر کرنے کے بجائے میری مخالفت پر کمربستہ ہو گئی ہے، یہاں تک کہ ان لوگوں نے میرے امن کو بالکل برباد کر دیا ہے، مگر فرمایا فَاصْفَحْ عَنْهُمْ ہم نے اپنے نبی سے یہ کہا ہے، کہ ابھی ان لوگوں کو تیری تعلیم کی عظمت معلوم نہیں، اس لئے وہ غصہ میں آجاتے اور تیری مخالفت پر کمربستہ رہتے ہیں، تو ان سے درگذر کر، کیونکہ ہم نے تجھے امن کے قیام کے لئے ہی بھیجا ہے، وَقُلْ سَلٰمٌ اور جب تجھ پر یہ حملہ کریں اور تجھے ماریں، تو تُو یہی کہتا رہ کہ میں تو تمہارے لئے سلامتی لایا ہوں فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ عنقریب دُنیا کو معلوم ہو جائے گا، کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُنیا کے لئے امن لایا تھا، لڑائی نہیں لایا تھا، گویا وہ امن جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے، وہ صرف مومنوں کے لئے ہی امن نہ رہا، بلکہ سب کے لئے امن ہو گیا۔

پھر صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی نہیں، بلکہ عام مومنوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا، وہ جاہل جو اسلام کی غرض وغایت کو نہیں سمجھتے جب مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں، تو مومن کہتے ہیں، کہ ہم تو تمہاری سلامتی چاہتے ہیں، چاہے تم ہمارا بُرا ہی کیوں نہ چاہو، جب دشمن کہتا ہے، کہ تم کیسے گندے عقائد دُنیا میں رائج کر رہے ہو، تو وہ کہتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں، یہ گندے عقائد اور بیہودہ باتیں نہیں بلکہ سلامتی کی باتیں ہیں۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی سلامتی صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہی نہیں، بلکہ مومنوں کے لئے بھی ہے، اور صرف مومنوں کے لئے ہی نہیں، بلکہ ساری دنیا کے لئے ہے۔

پھر سوال پیدا ہوتا تھا، کہ یہ سلامتی عارضی ہے، یا مستقل؟ کیونکہ یہ تو ہم نے مانا کہ ایک اَلسَّلَام خدا سے امن لاکر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو دیا، مگر بعض امن عارضی بھی ہوتے ہیں، جن کے نیچے بڑی بڑی خرابیاں پوشیدہ ہوتی ہیں، جیسے بخار کا مریض جب ٹھنڈا پانی پیتا ہے، تو اُسے بڑا آرام محسوس ہوتا ہے، مگر دو منٹ کے بعد یکدم اس کا بخار تیز ہو جاتا ہے، اور کہتا ہے، آگ لگ گئی، پھر برف پیتا ہے، اور سمجھتا ہے، کہ آرام آگیا، مگر یکدم پھر اُسے بے چینی شروع ہو جاتی ہے، پس سوال ہو سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو امن دے رہے ہیں، یہ عارضی ہے یا مستقل؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے، وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ (یونس ع ۳) کہ دنیا فسادوں کی طرف لے جاتی ہے، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو تعلیم دی گئی ہے، وہ موجودہ زمانہ کے لئے ہی نہیں، بلکہ وہ ایک ایسا امن ہے، جو مرنے کے بعد بھی چلتا چلا جاتا ہے، اور جو اس دُنیا کے بعد ایک ایسے گھر میں انسان کو پناہ دیتا ہے، جہاں سلامتی ہی سلامتی ہے، گویا یہ زنجیر ایک مکمل زنجیر ہے، اس کے ماضی میں ایک سلام ہستی کھڑی ہے، اس کے حال میں امن ہے، کیونکہ ایک مدرسۂ امن جاری ہو گیا ہے، ایک مدرس امن خدا تعالیٰ نے بھیج کر امن کا کورس بھی مقرر کر دیا، اور عملی طور پر ایک ایسی جماعت تیار کر دی، جو وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا کی مصداق ہے۔ پس اس کے ماضی میں بھی امن ہے، اور اس کے حاضر میں بھی امن ہے، پھر اس کے مستقبل میں بھی امن ہے کیونکہ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ مرنے کے بعد وہ انسان کو ایک ایسے جہان میں لے جائے گا، جہاں سلامتی ہی سلامتی ہوگی، پس یہ ساری زنجیر مکمل ہوگئی، اور کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہیں رہا۔

اس کے بعد امن حقیقی کے قیام کے ذرائع کا سوال آتا ہے۔ سو اس کے متعلق بھی قرآن کریم روشنی ڈالتا، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے فرماتا ہے، وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (انعام-۹) کہ میرے دل کا امن کس طرح برباد ہو جائے، اُن بتوں کو دیکھ کر جن کو تم خدائے واحد کا شریک قرار دے رہے ہو، وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ؕ حالانکہ تم اپنے دلوں میں جھوٹے طور پر مطمئن ہو، اور خطرہ تمہارے ارد گرد ہے، پس اگر تم عدم علم اور جہالت کے باوجود مطمئن ہو، اور تمہارا عدمِ علم تم کو امن دے سکتا ہے، تو تم کس طرح سمجھ سکتے ہو، کہ میرا کامل علم مجھ امن نہیں بخش سکتا، فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ تم بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کس کو امن حاصل ہوگا، اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم حماقت کی باتیں نہ کرو، اور عقل و خرد سے کام لو، تو تم سمجھ سکتے ہو، کہ کون مامون ہے اور کون غیر مامون۔

اس جگہ امن کے قیام کے لئے اللہ تعالےٰ نے دو عظیم الشان گر بیان کئے ہیں، اوّل یہ کہ توحید کامل کے قیام کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا، کیونکہ جب تک توحید قائم نہ ہوگی، اسوقت تک لڑائیاں جاری رہینگی۔ شرک کا صرف اتنا ہی مفہوم نہیں ہوگا، کہ کوئی ایک کے بجائے تین خداؤں کا قائل ہو، بلکہ جب باریک در باریک رنگ میں شرک شروع ہوتا ہے، تو کئی کئی قسم کا شرک نظر آنے لگ جاتا ہے، اس کے علاوہ جب مختلف مذاہب کی تعلیمیں مختلف ہیں، انکے خیالات مختلف ہیں، تو اس حالت میں امن اس وقت تک قائم ہی نہیں ہو سکتا، جب تک لوگوں کے اندر حقیقی مواخات پیدا نہ ہو، اور حقیقی مواخات، ایک خدا کے بغیر نہیں ہو سکتی، دُنیا میں اس بات پر تو لڑائیاں ہو جاتی ہیں، کہ ایک کہتا ہے، میرا دادا فلاں عظمت کا مالک تھا، اور دوسرا کہتا ہے، کہ میرا دادا ایسا تھا، مگر کبھی تم نے بھائیوں کو اس بات پر لڑتے نہیں دیکھا ہوگا، کہ ایک دوسرے کو کہے میں شریف النسب ہوں، اور تم نہیں، اسی طرح جب دُنیا میں توحید کامل ہوگی، تبھی اس قسم کی لڑائیاں بند ہونگی، پس اخوت و مساوات کا جو سبق توحید سے حاصل ہوتا ہے، اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کے متعلق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دشمن بھی یہ اقرار کرتا ہے، کہ اخوت کا جو سبق آپ نے دیا وہ کسی اور نے نہیں دیا، حقیقت یہ ہے، کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اخوت کا سبق الگ کر کے نہیں دیا، بلکہ آپ نے اصل میں توحید کا سبق دیا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا، کہ مسلمانوں میں اخوت پیدا ہو گئی۔ مثلاً جب مَیں نماز میں کہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ سب تعریف اس اللہ کی ہے، جو عیسائیوں کا بھی رب ہے، ہندوؤں کا بھی رب ہے، اور یہودیوں کا بھی رب ہے، تو میرے دل میں ان قوموں کی نفرت کس طرح ہو سکتی ہے کیونکہ میں رب العالمین کے لفظ کے نیچے تمام قوموں تمام نسلوں اور تمام مذہبوں کو لے آتا ہوں۔ مَیں جب نماز میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہوں، تو دوسرے الفاظ میں مَیں یہ کہتا ہوں، کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْمَذَاهِبِ كُلِّهَا۔ یعنی میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں، جو تمام مذاہب کا رب ہے، اسی طرح جب مَیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہوں، تو اس کے معنے یہ بھی ہوتے ہیں، کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْاَقْوَامِ كُلِّهَا۔ یعنی مَیں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں، جو تمام اقوام کا رب ہے، اسی طرح جب میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہوں، تو اس کے یہ معنے بھی ہوتے ہیں، کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْبِلَادِ كُلِّهَا۔ یعنی مَیں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں، جو تمام ملکوں کا رب ہے، اور جبکہ میں تمام اقوام، تمام ملکوں اور تمام لوگوں میں حُسن تسلیم کرونگا، تو یہ ممکن ہی نہیں ہے، کہ مَیں ان سے عداوت رکھ سکوں۔ پس اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں بتا دیا گیا ہے، کہ اگر حقیقی توحید قائم ہو، اور رب العالمین کی حمد سے انسان کی زبان تر ہو، تو یہ ممکن ہی نہیں، کہ کسی قوم کا کینہ انسان کے دل میں رہے، اور ایک طرف تو وہ ان کی بربادی کی خواہش رکھے، اور دوسری طرف ان کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی حمد اور تعریف بھی کرے۔

دوسرا نکتہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ نازل فرمایا ہے، کہ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا۔ یعنی دنیا میں امن تبھی برباد ہوتا ہے، جب انسان فطرتی مذہب کو چھوڑ کر رسم و رواج کے پیچھے چل پڑتا ہے، اگر انسان طبعی اور فطرتی باتوں پر قائم رہے، تو کبھی لڑائیاں اور جھگڑے نہ ہوں، یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسلام دینِ فطرت ہے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور حقیقت یہی ہے، کہ جو دینِ فطرت ہوگا، وہی دنیا میں امن قائم کریگا، اور وہی مذہب امن پھیلاسکے گا، جس کا ایک ایک ٹکڑہ انسان کے دماغ میں ہو۔ آخر یہ کیونکر ہو سکتا ہے، کہ اللہ تعالےٰ ہم کو اس تعلیم کی طرف بلائے، جس کا جواب ہماری فطرت میں نہیں، اور جس کی قبولیّت کا مادہ پہلے سے خدا نے ہمارے دماغ اور ہمارے ذہن میں نہیں رکھا، پس فرمایا، مَالَکُمْ یُنَزِّلْ بِہٖ عَلَیْکُمْ سُلْطَانًا، تم کہدو، کہ تم ان تعلیموں کے پیچھے چل رہے ہو، جو فطرت کے خلاف ہیں، اور میں تم کو ان باتوں کی طرف بلاتا ہوں، جو تمہاری فطرت میں داخل ہیں، اب جوں جوں انسان اپنی فطرت کو پڑھنے کی کوشش کرے گا، اس کا دِل پکار اٹھے گا، کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جو کتاب ہے، وہ بالکل سچی ہے، کیونکہ اس کا دوسرا نسخہ میرے ذہن میں بھی ہے، اس طرح آہستہ آہستہ دنیا ایک مرکز پر آجائے گی، اور ایک ہی خیال پر متحد ہوجائے گی، جس کے نتیجہ میں امن قائم ہوجائے گا۔

اب ایک اور سوال باقی رہ جاتا ہے، اور وہ یہ کہ بے شک محمد صلے اللہ علیہ وسلم مدرسِ امن ہیں، بے شک آپ نے امن کا مدرسہ دنیا میں جاری کر دیا، بے شک امن کا کورس خدا نے مقرر کر دیا بے شک اسلام نے تعلیم وہ دی ہے، جو فطرت کے عین مطابق ہے، اور جسے دیکھکر انسانی فطرت پکار اٹھتی ہے، کہ واقعہ میں یہ صحیح تعلیم ہے، مگر کیا لڑائی بالکل ہی بُری چیز ہے؟ قرآن کریم اس کا بھی جواب دیتا اور فرماتا ہے، کہ امن کے قیام کے لئے بعض دفعہ جنگ کی بھی ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ فرمایا، وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (بقرہ ع۳۳) کہ بے شک امن ایک قیمتی چیز ہے، بے شک اس کی تعلیم خدا نے انسانی دماغ میں رکھی ہے، مگر کبھی انسان کا دماغ فطرت سے اتنا بعید ہو جاتا ہے، اور انسانی عقیدے مرکز سے اتنے پرے ہٹ جاتے ہیں، کہ وہ امن سے بالکل دور جا پڑتے ہیں، اور نہ صرف امن سے دُور جا پڑتے ہیں، بلکہ حُرّیتِ ضمیر کو بھی باطل کرنا چاہتے ہیں، فرماتا ہے، ایسی حالت میں امن کے قیام اور اس کو وسعت دینے کے لئے ضروری ہوتا ہے، کہ جو شرارتی ہیں، ان کا مقابلہ کیا جائے۔ پس وہ جنگ امن مٹانے کیلئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں، بلکہ امن قائم کرنے کے لئے ہوگی، جیسے اگر انسان کے جسم کا کوئی عضو سڑ گل جائے، تو فیس خرچ کرکے بھی انسان ڈاکٹر سے کہتا ہے، کہ اس عضو کو کاٹ دو، اسی طرح کبھی ایسے گروہ دنیا میں پیدا ہوجاتے ہیں، جو سرطان اور کینسر کا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں، اور ضروری ہوتا ہے، کہ ان کا اپریشن کیا جائے، تا وہ باقی حصہ قوم کو بھی گندہ اور ناپاک نہ کردیں۔ پس فرمایا، لَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ۔ اگر بعض کے ذریعہ اللہ تعالےٰ بعض کی شرارتوں کو دور نہ کرتا، تو لَفَسَدَتْ بجائے امن قائم ہونے کے فساد بڑھ جاتا، جس طرح سپاہیوں کو بعض دفعہ لاٹھی چارج کا حکم دیا جاتا ہے، اسی طرح فرمایا، بعض دفعہ ہم بھی اپنے بندوں کو اجازت دیتے اور انہیں کہتے ہیں، جاؤ اور لاٹھی چارج کرو، اس لئے کہ لَفَسَدَتْ اگر لاٹھی چارج نہ کیا جاتا، تو ساری دنیا کا امن برباد ہوجاتا، وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی اللہ صرف ایک قوم کو ہی امن نہیں دینا چاہتا، بلکہ وہ ساری دنیا کو با امن دیکھنے کا خواہشمند ہے، اور چونکہ ان لوگوں سے دُنیا کا امن برباد ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہوتا ہے، کہ ان کا مقابلہ کیا جائے تا ساری دنیا میں امن قائم ہو، بے شک اس کے نتیجہ میں خود ان لوگوں کا امن مٹ جائے گا مگر دنیا میں ہمیشہ موازنہ کیا جاتا ہے، جب ایک بڑا فائدہ چھوٹے فائدے سے ٹکرا جائے تو اس وقت بڑے فائدہ کو لے لیا جاتا، اور چھوٹے فائدہ کو قربان کردیا جاتا ہے، اسی طرح کثیر حصۂ دنیا کے امن کی خاطر ایک قلیل گروہ سے جنگ کی جاتی ہے، اور اس وقت تک اُسے نہیں چھوڑا جاتا، جب تک وہ خلافِ امن حرکات سے باز نہ آجائے۔

یہ ایک مختصر سا ڈھانچہ اس تعلیم کا ہے، جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام امن کے سلسلہ میں دی۔ میں نے بتایا ہے، کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کس طرح دنیا میں امن قائم کیا، اور کس طرح بدامنی کے اسباب کا آپ نے قلع قمع کیا، پس آپ کا وجود دُنیا کا سب سے بڑا محسن ہے، اور ہمارا فرض ہے، کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے ماتحت کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا، آپ پر درود بھیجیں اور کہیں، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخلاقِ فاضلہ

(آج سے چھتیس برس پیشتر کے رسالہ ریویو سے اقتباس)

ظاہر ہے، کہ ایسے شخص کا صبر اور دشمن کا مقابلہ نہ کرنا معتبر نہیں ہے، جس کو انتقام کا موقعہ ہی نہ ملا، کیونکہ کیا معلوم ہے، کہ اگر وہ انتقام پر قدرت پاتا، تو کیا کچھ کرتا۔ جب تک انسان پر وہ زمانہ نہ آوے، جو ایک مصیبتوں کا زمانہ اور ایک مقدرت اور حکومت اور ثروت کا زمانہ ہو، اس وقت تک اسکے سچے اخلاق ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتے۔ صاف ظاہر ہے، کہ جو شخص صرف کمزوری اور ناداری اور بے اقتداری کی حالت میں لوگوں کی ماریں کھاتا مر جائے، اور اقتدار اور حکومت اور ثروت کا زمانہ نہ پاوے، اسکے اخلاق میں سے کچھ بھی ثابت نہ ہوگا، اور اگر کسی میدان جنگ میں حاضر نہیں ہوا، تو یہ بھی ثابت نہیں ہوگا، کہ وہ دل کا بہادر تھا یا بزدل ہوگا۔ اسکے اخلاق کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ہم نہیں جانتے۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ اگر وہ اپنے دشمنوں پر قدرت پاتا۔ تو ان سے کیا سلوک بجا لاتا؟ اور اگر وہ دولتمند ہو جاتا تو اس دولت کو جمع کرتا یا لوگوں کو دیتا؟ اور اگر وہ کسی میدان میں آتا، تو دم دبا کر بھاگ جاتا یا بہادروں کی طرح ہاتھ دکھاتا؟ مگر خدا کی عنایت اور فضل نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اخلاق کے ظاہر کرنیکا موقع دیا، چنانچہ سخاوت اور شجاعت اور حلم اور عفو اور عدل اپنے اپنے موقع پر ایسے کمال سے ظہور میں آئے کہ صفحۂ دنیا میں اسکی نظیر ڈھونڈنا لاحاصل ہے۔ اپنے دونوں زمانوں ضعف اور قدرت اور ناداری اور ثروت میں تمام جہان کو دکھلا دیا، کہ وہ ذات پاک کیسی اعلےٰ درجہ کے اخلاق کی جامع تھی، اور کوئی انسانی خُلق اخلاقِ فاضلہ میں سے ایسا نہیں ہے، جس کے ظاہر ہونے کے لئے آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک موقع نہ دیا۔ شجاعت، سخاوت، استقلال، عفو، حلم، وغیرہ وغیرہ تمام اخلاق فاضلہ ایسے طور پر ثابت ہوگئے، کہ دُنیا میں اُسکی نظیر کا تلاش کرنا طلب محال ہے۔ ہاں یہ سچ ہے، کہ جنہوں نے ظلم کو انتہا تک پہونچا دیا، اور اسلام کو نابود کرنا چاہا، خدا نے ان کو بھی بے سزا نہیں چھوڑا۔ کیونکہ انکو بے سزا چھوڑنا گویا راستبازوں کو ان کے پیروں کے نیچے ہلاک کرنا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذہب کیا ہے؟

ڈاکٹر اقبال اور ختمِ نبوت

(۳)

(از حقانی۔ ایم۔ اے)

مَیں پچھلی دو اقساط میں ثابت کر آیا ہوں، کہ ہم میں سے ہر ایک کی فطرت خداوند تعالیٰ کی ذات اور مقصدِ حیات میں یقین لانے پر ہمیں مجبور کرتی ہے، تجربہ و مشاہدہ، نقل و عقل، وحی والہام، سبھی ان حقائق کو پایۂ ثبوت تک پہونچاتے ہیں، اور اللہ اور یوم الآخرت پر ایمان ایک ایسا اصل ہے، جس سے باقی اعتقادات فرع کی طرح پھوٹتے، اور حیات انسانی پر ایک گھنے درخت کی طرح چھا جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے، کہ جہاں کہیں اللہ تعالےٰ نے اسلامی عقائد کو مختصر طور پر بیان فرمایا ہے، تو اللہ اور یوم الآخر کے الفاظ ہی رکھے ہیں۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ غلطی کھائی ہے، کہ کسی نبی رسول یا ہادی مامور پر ایمان لانا ضروری نہیں، حالانکہ اگر وہ فکر و تدبر سے کام لیتے، تو انہیں معلوم ہو جاتا، کہ مقصودِ حیات اور اس کے ذرائع و وسائل کا صحیح علم، اور قوتِ عمل جو اعمالِ صالحہ پر منتج ہوتی ہے، بغیر کسی مرشد و ہادی، نبی اور مامور کے ممکن ہی نہیں، اور مقصودِ حیات انفرادی کوششوں سے نہیں، بلکہ اجتماعی جدوجہد ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، اور اجتماعی کوششیں بدون تنظیم و جماعت کے محال ہیں۔ اور ظاہر ہے، کہ تنظیم بغیر منظّم کے ہو ہی نہیں سکتی۔

تنظیم کی اہمیت اور منظّم کی ضرورت ایسے بدیہی امور ہیں، کہ ان سے کوئی دانا شخص انکار نہیں کر سکتا۔ روس میں جہاں خدا کی خدائی سے انکار کیا جاتا ہے، ڈکٹیٹر کے سامنے سرِ تسلیم خم ہوتا ہے جرمنی میں ہٹلر، اور اٹلی میں مسولینی کی پوجا ہوتی ہے، اور جمہوری ممالک میں پارٹی لیڈروں

Digitized by Khilafat Library Rabwah
کے بغیر کام نہیں چلتا۔ جب دنیاوی امور میں یہ حال ہے، تو پھر مذہب جو انفرادی و اجتماعی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے، بغیر تنظیم و منظّم کے کس طرح اس عظیم الشان کام کو سرانجام دے سکتا ہے۔ مریض کو ڈاکٹر کی ضرورت ہے، اور طالب علم کو استاد کی، پھر مذہب میں کیسے ممکن ہے، کہ بغیر روحانی طبیب کے بیمار قومیں شفا پا جائیں، اور بغیر استاد کے لوگ سچّا گیان حاصل کرلیں۔

ہادی و مرشد کی اہمیّت و ضرورت ایسی واضح ہے، کہ دُنیا میں شاذ ہی کوئی شخص ہوگا، جو کسی نہ کسی رنگ میں اس کا قائل نہ ہو۔ گاندھی جی کو بھی گُرو کی تلاش ہے، اور اس کی اہمیّت پر اعتقاد چنانچہ وہ "تلاشِ حق" میں لکھتے ہیں:۔

I believe in the Hindu theory of Guru & his importance in spiritual realization. I think there is a great deal of truth in the doctrine that true knowledge is impossible without a Guru.

یعنی میں "گُرو" کے ہندو نظریہ اور روحانی تکمیل کے لئے اس کی اہمیّت میں یقین رکھتا ہوں، میرا خیال ہے، کہ اس عقیدہ میں بہت حد تک سچائی ہے، کہ حقیقی علم گُرو بِنا ناممکن ہے۔

نطشہ حکیم بھی، باوجود خدا کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کرنے کے یہ لکھنے پر مجبور ہوا:۔

"I confront alone an immense problem. It is as if I am lost in a Forest, a premival one. I need a master. It would be so sweet to obey." And again "why do I not find among the living men who

Digitized by Khilafat Library Rabwah

see higher than I do & have to look down on me? Is it only that I have made a poor research? And I have so great a longing for such."

یعنی" میں اکیلا ایک زبردست مشکل میں گھرا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا میں ایک گھنے جنگل میں گم ہو گیا ہوں۔ مجھے ایک "استاد" (آقا) کی ضرورت ہے، اطاعت کرنا کیا ہی خوشگوار ہوگا" پھر کہتا ہے "کیوں میں زندہ انسانوں میں ایسے شخص کو نہیں پاتا، جو مجھ سے بلند نظر رکھتا ہے، اور جو نیچے مجھ پر نگاہ ڈالے۔ کیا یہ صرف اس لئے ہے، کہ میں نے پوری تلاش نہیں کی؟ ایسے انسانوں کے لئے میرے دل میں کتنی بڑی تڑپ ہے۔"

یہ اقتباسات علامہ اقبال نے اپنے لیکچر "کیا مذہب ممکن ہے" میں پیش کئے ہیں۔ اور وہ خود بھی مردِ کامل کی اطاعت پر زور دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

کیمیا پیدا کُن از مشتِ گلے　　　بوسہ زن ہر آستانِ کاملے

اگر علامہ موصوف کے کلام کو بنظرِ امعان دیکھا جائے، تو ان کی تعلیم کا ماحصل ہی یہ ہے، کہ انسان معرفتِ نفس پیدا کرے۔ اپنی خودی کو بیدار کرے۔ اور یہ کام بغیر عشق و محبت کے ناممکن ہے۔ یہ عقل کے بس کی بات نہیں، قال قال سے یہ کام چلنے کا نہیں، کیونکہ یہ وادئ پُرخار صرف عشق ہی طے کر سکتا ہے، اس سفرِ پُرخطر میں ایک ہادی و رہنما کی ضرورت ہے، اور وہ زمینی شخص نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ؎

عالماں از علمِ قرآں بے نیاز　　　صوفیاں درّندہ گرگ و مو دراز

ہم مسلمانانِ افرنگی مآب　　　چشمۂ کوثر بجویند از سراب

پس ؎

اہلِ دیں را باز داں از اہلِ کیں　　　ہم نشینِ حق بجو با او نشیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور ہم نشینِ حق زمینی آدمی نہیں ہوتا، بلکہ آسمان سے اُترتا ہے، ؎

مردِ حق از آسماں اُفتد چو برق ہیزم او شہر و دشتِ غرب و شرق
ما ہنوز اندر ظلامِ کائنات او شریکِ اہتمامِ کائنات
او کلیم و او مسیح و او خلیل او محمدؐ او کتاب او جبرئیل
آفتابِ کائناتِ اہلِ دل از شعاعِ او حیاتِ اہلِ دل
اول اندر نارِ خود سوزد ترا باز سلطانی بیاموزد ترا
ما ہمہ یا سوزِ او صاحب دلیم ورنہ نقشِ باطلِ آب و گلیم

اور غضب تو یہ ہے، کہ ایسا شخص ہمارے اندر موجود ہوتا ہے، مگر وہ لوگ جن کے دلوں کی آنکھیں بند ہوتی ہیں، اسے نہیں دیکھ سکتے ؎

چوں بدن از قحطِ جاں ارزاں شود مردِ حق در خویشتن پنہاں شود
در نیابد جستجو آں مرد را گرچہ بیند روبرو آں مرد را
تو مگر ذوقِ طلب از کف مدہ گرچہ در کارِ تو افتد صد گرہ

الغرض روحانی تکمیل، اور احیائے ملت کے لئے کسی مردِ حق، ہادی اور گُرو کی ضرورت و اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ امر بھی مسلّمہ ہے، کہ ایسا شخص عقل کے بل بُوتے پر نہیں، بلکہ آسمانی علم و نصرت کی بناء پر ہی ایک نیا آسمان، اور اک نئی زمین معرضِ وجود میں لا سکتا ہے۔ لیکن غضب تو یہ ہے، کہ علامہ موصوف جب مشرق سے خطاب کرتے ہیں، تو فرماتے ہیں ؎

عشق است امامِ من عقل است غلامِ من

لیکن جب مغرب کی طرف رُخ کرتے ہیں، تو عقلیّت اس قدر غالب آتی ہے، کہ وحی و الہام کو اگلے وقتوں کی باتیں قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

Now during the minority of mankind Psychic energy develops what I call

Digitized by Khilafat Library Rabwah

prophetic conciousness . . . . with the birth of reason & critical faculty, however, life in its own interests inhibits the formation & growth of non-rational modes of conciousness."

یعنی انسانیت کے عہد طفلی میں "نفسیاتی قوت" اس چیز کو جسے مَیں "نبوی شعور" کہتا ہوں، پیدا کرتی ہے، لیکن عقل اور قوتِ "تنقید" کے پیدا ہوتے پر زندگی اپنے مفاد کی خاطر غیر عقلی طریقہ ہائے شعور کو پیدا ہونے اور بڑھنے سے روکتی ہے۔

اور فرماتے ہیں:-

In Islam prophecy reaches its perfection in dis-covering the need of its own abolition.

یعنی "اسلام میں نبوت اپنے آپ کو منسوخ کرنے کی ضرورت معلوم کرنے میں تکمیل کو پہونچتی ہے"

گویا جب تک دنیا میں انبیا آتے رہے، لوگ احمق اور بیوقوف تھے، اور اب انبیاء کی اس لئے ضرورت نہیں، کہ انسان دانا اور زیرک ہو گئے ہیں۔ اسلام نے دنیا پر یہ احسان کیا ہے، کہ سرے سے نبوت ہی کو منسوخ کر دیا، کیونکہ اب عقل استقرائی وجود میں آگئی ہے، اور لوگ الٰہی ہدایت سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ گویا نبوت کی تکمیل اس کا اپنے آپ کو بے کار اور احمقوں کا سرمایۂ حیات ثابت کرنا تھا، نعوذ باللّٰہ مِنْ ذالک

عجیب بات یہ ہے، کہ وہ لوگ جو سرے سے نبوّت ہی کے منکر ہیں، بالکل یہی دلیل اپنے دعویٰ کے اثبات میں پیش کرتے ہیں، اور مذہب کو توہم پرستی، اور روحانی لیڈروں پر یقین کو حماقت پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انگریزی روزنامہ "ٹریبیون" لاہور مورّخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۳۸ء میں مسٹر کرشنا مورتی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی ایک گفتگو کا خلاصہ چھپا ہے۔آپ سے سوال کیا گیا، کہ اگر گرُو اور رُوحانی رہنما انسانی ترقی میں حائل ہیں، تو کیوں صدیوں سے لوگ ان کے سامنے سرِ نیاز خم کرتے آئے ہیں، اور کیوں مدّتوں سے ان کا سلسلہ چلا آتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:-

Spiritual leaders have existed for ages because of man's stupidity.

یعنی" صدیوں سے روحانی رہنماؤں کا وجود انسانی حماقت کی وجہ سے پایا جاتا رہا ہے"۔

علاّمہ اقبال کی یہ دلیل اس قدر بودی اور مذہب کی جڑ پر ایسا تبر رکھنے والی ہے، کہ حیرت ہوتی ہے، کہ ان کی اسلامی غیرت نے اس کو کس طرح گوارا کیا، کہ مذہب کے اصل اصول کو ہی لامذہبوں کی طرح انسانی جہالت، اور بے عقلی پر مبنی قرار دیدیا۔ پروفیسر تاثیر صاحب نے علاّمہ موصوف کی اس دلیل کا خلاصہ "مقالاتِ یومِ اقبال" میں ایسے پُر لطف انداز میں پیش کیا ہے کہ باوجود خوفِ طوالت کے مَیں اسے یہاں نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

"The old gods came to an end long ago. The gods are dead," thus spoke Zarthosthra, "For they suppress the Ego." And Iqbal's reason for the end of prophets (Finality) are of the same brand. Mohammad is the best of the prophets, not merely because, his message was final, but also because according to Iqbal, prophethood was no longer necessary. It was needed only during the minority of mankind.

Digitized by Khilafat Library Rabwah

With the birth of reason & critical faculty, however, life in its own interests inhibits the formation of non-rational modes of conciousness, (which were necessary for primitive people at an earlier stage of human evolution) Prophethood was abolished by Islam, says Iqbal, because life can not for ever be kept in leading strings. Man can not judge for him self Ready made judgements retard the growth of the Ego.

یعنی "مدت ہوئی، پرانے خدا ختم ہو گئے۔ خدا مر گئے ہیں" زرتشت نے کہا (یہاں زرتشت سے مراد نطشہ حکیم المانوی ہے جس کی کتاب Thus spoke Zarhosthra سے یہ اقتباس لیا گیا ہے) کیونکہ وہ "انا" خودی کو دباتے تھے۔ اور اقبال کے ختم نبوّت کے متعلق دلائل بھی اسی قسم کے ہیں، محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) صرف اس لئے آخری نبی نہیں ہیں، کہ ان کا پیغام آخری ہے، بلکہ اس لئے بھی کہ اقبال کے خیال کے مطابق، اب نبوت کی ضرورت نہیں رہی، اس کی ضرورت انسانیت کی نابالغی کے زمانے ہی میں تھی، عقل اور قوت تنقید کے پیدا ہونے سے، زندگی اپنے مفاد کی خاطر غیر عقلی طریقہ ہائے شعور کو روکدیتی ہے، (جن کی ضرورت انسانی ارتقا کے ابتدائی مراحل میں صرف ابتدائی لوگوں کے لئے تھی) اقبال کہتا ہے، کہ اسلام نے نبوت ختم کر دی، کیونکہ "زندگی ہمیشہ نکیلوں سے وابستہ نہیں رکھی جا سکتی"۔ آدمی کو خود اپنے لئے غور و فکر اور فیصلہ کرنا چاہیئے، بنے بنائے فیصلے اور مسائل خودی کی نشوونما کو روکتے ہیں"[1]

[1] Aspects of Iqbal - Introduction by Prof. Taseer.

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس دلیل کے منطقی نتائج کو دیکھا جائے، تو نطشہ حکیم کی یہ بات بھی ماننی پڑے گی، کہ انسانی ارتقا کے ابتدائی مراحل میں ابتدائی انسانوں کے لئے خدا کی ہستی میں یقین لانے کی ضرورت ہو تو ہو، اب خدا مر گئے، کیونکہ خدا میں یقین انسانی "ایغو" کے ارتقا میں مانع ہے، اور جب خدا اور اس کے انبیاء میں یقین وایمان ایسا مہلک اور ضرر رساں ہے، تو مذہب کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو بالکل مادہ پرستوں، اور عقلیین کی دلیل کی نقل ہے، جو تمام مذہبی معتقدات کو توہم پرستی وجہالت کے رہینِ منت سمجھتے، اور مذہب کو انسانی ترقی کے راستے میں زبردست روک قرار دیتے ہیں۔

بدقسمتی سے جب کبھی ڈاکٹر اقبال نے قلب کی آواز پر کان نہیں دھرا، اور عقل کو اپنا رہنما قرار دیا ہے، ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھائی ہیں، علامہ موصوف درحقیقت ایک عجیب نفسیاتی کشمکش میں مبتلا تھے، جس کا اعتراف آپ نے مندرجہ ذیل شعر میں کیا ہے:

خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے خرد بیزار دل سے دل خرد سے

میرا عقیدہ علامہ موصوف کے متعلق وہی ہے، جو ان کا نطشہ کے متعلق تھا،

قلب او مومن دماغش کافراست

جس طرح "خدا" کے متعلق نطشہ "لا" کے مقام پر رہا، اسی طرح علامہ موصوف نبوت کے مسئلہ میں آکر "لا" کی دلدل میں پھنس گئے، جس طرح نطشہ خدا کی ذات میں یقین کو "ایغو" کے حق میں مضر سمجھتا تھا، اسی طرح علامہ موصوف اجرائے نبوت کو "خودی" کے لئے ضرر رساں قرار دیتے تھے، اور عجیب بات یہ ہے، کہ جب وہ شعر کہتے ہیں، تو دل بولتا ہے، اور جب فلسفہ وحکمت کے حرفِ پیچا پیچ وحرفِ نیش دار تصنیف فرماتے ہیں، تو دماغ دل کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔

چنانچہ ختم نبوت کے متعلق محولہ بالا دلیل انہوں نے اپنی کتاب Reconstruction of Religious Thought in Islam. میں دی ہے، اور اس کے متعلق انکا ایک پرلطف اعتراف پایا جاتا ہے، پروفیسر تاثیر صاحب Aspects of Iqbal کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Referring to the idea of this book in a letter written to Professor Tabassum (22nd. Sept. 1925) he stated that he would like to call it "Islam as I understand it," because it was to be the statement of his personal views. He also made an interesting confession, saying, "Most of my life has been spent in the study of European Philosophy and that view-point has become my second nature. Conciously or unconciously I study the realities and truths of Islam from the same point of view."

یعنی" اس کتاب کے تخیل کے متعلق پروفیسر تبسم صاحب کے نام ایک خط (۲۲ ستمبر ۱۹۲۵ء) میں لکھتے ہیں، کہ وہ اسے "اسلام جیسا کہ میں اسے سمجھتا ہوں" کہنا پسند کرینگے، کیونکہ یہ ان کے ذاتی خیالات کا بیان ہوگا، (اس سلسلے میں) انہوں نے یہ دلچسپ اعتراف بھی کیا کہ "میری زندگی کا اکثر حصہ یورپین فلسفہ کے مطالعہ میں بسر ہوا ہے، اور وہ نقطۂ نظر میری طبیعت ثانیہ بن گیا ہے، مَیں شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کے حقائق اور سچائیوں کو اسی نقطۂ نگاہ سے مطالعہ کرتا ہوں"

مغربی فلسفہ وحکمت کے زیر اثر عقلیین کی تقلید میں، ختم نبوّت کے متعلق علاّمہ کے دماغی

Digitized by Khilafat Library Rabwah
افکار تو سن چکے، اب ان کے دل کی پکار بھی سُنیئے، فرماتے ہیں:۔

مغرب زِ تو بیگانہ مشرق ہمہ افسانہ وقت است کہ در عالم نقشِ دگر انگیزی

پھر اپنے لیکچر کیا مذہب ممکن ہے؟ (Is Religion Possible) میں فرماتے ہیں:۔

Surely the present moment is one of great crisis in the history of modern culture. The modern world stands in need of biological renewal.

یعنی "یقیناً موجودہ وقت جدید ثقافت کی تاریخ میں بڑا ہی نازک ہے، عصر جدید کو حیاتیاتی تجدید کی ضرورت ہے۔"

اور پھر ایسے نازک مواقع کے متعلق خود ہی تحریر فرماتے ہیں:۔

At critical times, the world life makes intensely concious egos to emerge It intuitively sees its own needs, & at critical moments defines its own direction. This is what in the language of religion, we call prophetic revelation.

یعنی "نازک مواقع پر حیاتِ عالم، انتہائی باشعور ہستیوں کو پیدا کرتی ہے، یہ وجدانی طور پر اپنی ضرورتوں کو محسوس کرتی اور نازک وقتوں میں اپنے رُخ کی تعیین کرتی ہے، اس کو مذہبی زبان میں ہم وحیٔ رسالت کہتے ہیں۔"

پس علامہ اقبال کو تسلیم ہے، کہ موجودہ دور نازک حالات سے گذر رہا ہے، اور انہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امن عالم

(از افاضات سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

{۱۱ دسمبر ۱۹۳۸ء کو قادیان میں جلسہ سیرۃ النبی میں سیدنا حضرت امیر المومنین نے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امن عالم" کے موضوع پر مندرجہ ذیل لطیف تقریر ارشاد فرمائی:-}

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ایک ایسا وجود ہے، جو دنیا کی نظروں کو آپ ہی آپ اپنی طرف کھینچتا رہتا ہے۔ دُنیا میں لوگوں کی توجہ کو کھینچنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، لوگ اس کام کے لئے بڑی بڑی کوششیں کرتے ہیں، مگر پھر بھی ناکام و نامراد رہتے ہیں۔ بعض خیال کرتے ہیں، کہ شائد دولت دنیا کی توجہ اپنی طرف کھینچ لے گی، اور وہ دولتوں کے انبار لگا دیتے ہیں، مگر پھر بھی دنیا کی توجہ اُن کی طرف نہیں کھچتی، زیادہ سے زیادہ چند چوروں، ڈاکوؤں، حریصوں اور لالچیوں کی نگاہیں اُن کی طرف اُٹھ جاتی ہیں، چند خوشامدی اُن کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، مگر وہ جنکی رائے کوئی وقعت رکھتی ہے، اُن کی طرف سے بالکل غافل اور لاپرواہ رہتے ہیں۔ پھر بعض لوگ عجیب قسم کے دعوے کرتے ہیں، اور خیال کرتے ہیں، کہ شائد اس وجہ سے لوگ اُن کی طرف توجہ کریں، مگر اوّل تو لوگ اُنکی بات سُنتے ہی نہیں، اور اگر سُنیں تو پُر معنی مُسکراہٹ کے ساتھ آگے گذر جاتے ہیں، اور کوئی خاص توجہ اُن کی طرف نہیں کرتے۔ پھر بعض لوگ سمجھتے ہیں، کہ بڑے بڑے دعووں سے شائد لوگوں کی توجہ وہ اپنی طرف کھینچ سکیں گے، چنانچہ وہ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں، رسول تو دُنیا میں بہت گذرے ہیں، مگر چونکہ اپنے زمانہ میں رسول بھی ایک بہت بڑی ہستی ہوتا ہے، اس لئے وہ رسالت کا دعوٰی کر دیتے ہیں، اور جب اس طرح بھی کام نہیں چلتا، تو خدائی کے دعوے دار بنجاتے ہیں، مگر پھر بھی دنیا اُن کی طرف توجہ نہیں کرتی۔

مجھے ایک دفعہ ایک شخص نے جو آجکل کے مدعیان میں سے ہے، خط لکھا، جس میں اُس نے مجھے بہت کچھ کوسا، اور کہا کہ مَیں یہ نہیں کہتا، آپ میرے دعوے کی تصدیق کریں، میں یہ بھی نہیں چاہتا، کہ آپ میری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس سے بھی انکار نہیں، کہ ایسے حالات میں انبیاء ہی مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ پھر پیام مشرق کے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حقیقت یہ ہے کہ اقوام عالم کا باطنی اضطراب، جس کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہم اس وقت اس وجہ سے نہیں لگا سکتے، کہ خود اس اضطراب سے متاثر ہیں، ایک بہت بڑے روحانی اور تمدنی اضطراب کا پیش خیمہ ہے۔ یورپ کی جنگ عظیم ایک قیامت تھی، جس نے پرانی دُنیا کے نظام کو تقریباً ہر پہلو سے فنا کر دیا ہے، اور اب تہذیب و تمدن کی خاکستر سے فطرت زندگی کی گہرائیوں میں ایک نیا آدم اور اس کے رہنے کے لئے ایک نئی دُنیا تعمیر کر رہی ہے۔"

اور مردِ حق کی علامات میں سے ایک علامت آپ نے یہ بیان فرمائی ہے، کہ ؎

ماہنوز اندر ظلامِ کائنات او شریکِ اہتمامِ کائنات

اب حضرت مسیح موعودؑ کے اس کشف کا مطالعہ کیجئے، اور لطف اٹھائیے:۔

"اور اس حالت میں مَیں یوں کہہ رہا تھا، کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں، سو مَیں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا، جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی، پھر مَیں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی، اور مَیں دیکھتا تھا، کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا، اور کہا، اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ، پھر مَیں نے کہا، اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرینگے، پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی، اور میری زبان پر جاری ہوا، اَرَدْتُ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ"

(تذکرہ صفحہ ۱۹۶)

الغرض علامہ موصوف جب مذہبی دُنیا میں قدم رکھتے اور مشرق سے خطاب کرتے ہیں، تو انہیں یہ بات تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا، کہ دُنیا کی نجات ایک ایسے آدم کے ظہور میں ہے، جو نیا آسمان اور نئی زمین تخلیق کرے، اور وحیٔ رسالت کا حامل ہو، اور ظاہر ہے، کہ ایسے وجود

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں۔

پس علامہ موصوف کی ختم نبوت کے متعلق دلیل فسونِ مغرب کی رہینِ منت ہے، اور قلبی و دماغی کشمکش کی آئینہ دار۔ وہ نطشہ کی طرح دل سے تو مومن ہیں، مگر دماغ کفر پر مائل ہے، چنانچہ انہوں نے احمدیت کے خلاف اپنے بیانات میں جو مثالیں غیر احمدیوں کی مخالفت کی توجیہہ کرتے ہوئے دی ہیں، وہ بھی ان کے قلبِ مومن پر دال ہیں، گو ان کے دماغ نے ان سے غلط نتیجہ استخراج کرایا ہے، وہ فرماتے ہیں:۔

In so far as Islam is concerned, it is no exaggeration to say that the solidarity of the Muslim community in India under the British is far less safe than the solidarity of the Jewish community in the days of Jesus under the Romans.

یعنی "جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، اس میں کچھ مبالغہ نہیں، کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے ماتحت مسلمان قوم کی وحدانیت (جمعیت) رومن حکومت کے ماتحت حضرت عیسٰے کے زمانے میں یہودی قوم کی وحدانیت سے بہت کم محفوظ ہے۔"

اب ہر ایک اہلِ دل اس بات کو سمجھ سکتا ہے، کہ علامہ موصوف غیر احمدیوں کی مخالفت کو یہودیوں کی مخالفت کے مماثل، اور حضرت مرزا صاحب کو مثیل مسیح قرار دے رہے ہیں۔ درحقیقت غیر احمدیوں کی مخالفت کی نفسیاتی توجیہہ تو علامہ موصوف نے خوب کی ہے یعنی جس طرح فریسیوں اور فقیہوں کو اس بات کا خطرہ تھا، کہ حضرت مسیح کی بعثت سے ان کے اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا، اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے ملاؤں اور سیاسی ٹھیکہ داروں کو اپنے اثر و

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسوخ کا جنازہ نکلتا دکھائی دیتا ہے، اس لئے ان کی حسِ اضطراری انہیں مجبور کرتی ہے، کہ وہ مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں۔ لیکن نفسیاتی توجیہہ اور بات ہے، اور اخلاقی ذمہ داری الگ امر ہے نفسیاتی طور پر ہم ان کے اضطراب کو سمجھ سکتے ہیں، مگر دیکھنا یہ ہے، کہ یہ صحیح بھی ہے یا نہیں، اور کیا وہ اس مخالفت میں راستی پر ہیں، یا ناراستی پر۔ ظاہر ہے، کہ علامہ موصوف کا دل غیر احمدیوں کے خلاف فیصلہ صادر فرما رہا ہے، کیونکہ وہ ان کو یہودیوں کا مثیل قرار دیتا ہے۔

اسی طرح بعض مسلمان جہلا کی اس نفسیاتی کیفیت کو خوب واضح کیا گیا ہے، کہ مذہبی آزادی نہیں ہونی چاہیئے۔ ملّا جسے کافر سمجھیں، اور گردن زدنی قرار دیں، اس کا سر تن سے جدا کر دینا چاہیئے۔ اس ضمن میں اکبر الہ آبادی کا مندرجہ ذیل شعر پیش کرنا بھی خالی از دلچسپی نہیں۔ ؎

گورمنٹ کی خیر یارو مناؤ ۔ انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

ظاہر ہے، کہ اگر آج منصور حلاج ہندوستان میں پھر سے پیدا ہو جائے، تو ملّاؤں کی یہی خواہش ہوگی، کہ اس سے پہلے جیسا سلوک کریں۔ نفسیاتی کیفیت کا تجزیہ تو خوب ہے، لیکن کیا یہ اخلاقی طور پر درست بھی ہوگا؟ علامہ اقبال کا دل کہتا ہے، کہ نہیں، کیونکہ وہ منصور کو حق پر سمجھتا ہے، اور اس کے مخالفوں کو ناراستی پر، چنانچہ وہ جاویدنامہ میں فرماتے ہیں ؎

کم نگاہاں فتنہ ہا انگیختند ۔ بندۂ حق را بدار آویختند

اور پھر منصور کے مخالفوں کے متعلق لکھا ہے، ؎

مومناں با خوئے و بوئے کافراں ۔ لا الٰہ گویاں و از خود منکراں

پھر اسی پر بس نہیں، منصور اقبال کو کہتا ہے، ؎

آنچہ من کردی تو ہم کردی بترس ۔ محشرے بر مردہ آوردی بترس

منصور کو دار پر کھینچنے والوں کی نفسیاتی کیفیت اور چیز ہے، اور ان کا راہِ راست پر ہونا الگ امر۔ صاف بات ہے، کہ علامہ اقبال اس بات کو کبھی جائز نہ قرار دیتے، کہ انہیں دار پر کھینچ دیا جائے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دار پر کھینچنے والوں کو بہرحال وہ مومن تو نہ سمجھتے، اور ان کے اس فعل پر اخلاقی جواز کا فتویٰ تو کبھی بھی صادر نہ فرماتے۔

اسی طرح انہوں نے ایک مثال سپینوزا (Spinoza) کی دی ہے، کہ یہودیوں نے اس کو اپنی قوم سے نکال دیا، اور اس پر Durant کے وہ دلائل نقل کئے ہیں، جو یہودیوں کے اس فعل کو جائز قرار دینے کے لئے پیش کئے گئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے، کہ سپینوزا کی تعلیمات سے یہودیوں کو اپنی جمعیت کے ٹوٹنے کا خطرہ تھا، اور انہوں نے اپنی وحدانیت کو قائم رکھنے کے لئے اسے اپنے مذہب و جماعت سے باہر نکال پھینکا۔ مجھے اس نفسیاتی توجیہہ سے تو اتفاق ہے، مگر کیا وہ حق بجانب بھی تھے؟ کیا سپینوزا کو اپنی قوم سے خارج کر کے انہوں نے اچھا فعل کیا؟ کیا وہ اخلاقی طور پر گناہ گار نہ تھے؟ سپینوزا کے متعلق علاّمہ موصوف خود لکھتے ہیں، کہ وہ خدا کی محبت میں مست (God - intoxicated man) تھا۔ اور آجکل یہودی قوم کے ممتاز افراد بڑے فخر سے اس کا نام لیتے، اور بڑی عزت کی نگاہ سے اس کی تعلیمات کو دیکھتے ہیں۔ چنانچہ یہودی حکیم البرٹ آئن سٹائن لکھتا ہے، "میں خدا کو مانتا ہوں، سپینوزا کے خدا کو، جو کائنات کی تنظیم اور موجودات کی ہم آہنگی میں اپنا اظہار کرتا ہے۔"

الغرض جب ہم علاّمہ اقبال کی تصانیف پر ایک گہری نظر ڈالتے ہیں، اور ان کی دماغی کاوشوں، اور ذہنی الجھنوں کو نظر انداز کرتے ہوئے، ان کے قلب کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جاتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے، کہ ؎

قلبِ او مومن دماغش کافر است

کیونکہ وہ انفرادی اور قومی احیاء کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں، انہیں وقت کی نزاکت کا احساس ہے، اور انہیں یقین ہے، کہ ایک نئے آسمان اور نئی زمین کی تخلیق ایک مردِ حق کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے، اور ایسے نازک موقعوں پر خدا نبی اور ماموری بھیجا کرتا ہے، جو ؎

اوّل اندر نار خود سوزد ترا   باز سلطانی بیاموزد ترا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے مصداق ہوتے ہیں۔

احمدیت کے خلاف جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، وہ دماغ کی قلب کے خلاف بغاوت ہے، اور جیساکہ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے، جو انہوں نے اپنے بیانات میں پیش کئے ہیں، وہ غیر احمدیوں کی نفسیاتی کیفیت کا تجزیہ ہے، نہ کہ ان کی مخالفت کا جواز، کیونکہ جن شخصوں کی انہوں نے مثالیں دی ہیں وہ ان پر شیدا ہیں، اور ان کے مخالفوں کے دشمن، اور جمعیّت (Solidarity) جس کے تحفظ کے لئے غیر احمدی بے قرار ہیں، کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص نہیں، چنانچہ علّامہ فرماتے ہیں، ؎

گر زِ جمعیّت حیاتِ ملّت است　　　کفر ہم سرمایۂ جمعیّت است

جمعیت شیطانی بھی ہوسکتی ہے، اور رحمانی بھی، جس جمعیت کو قائم رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، وہ رحمانی ہے، نہ کہ شیطانی۔ یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کی مخالفت کی اپنی جمعیت کو قائم رکھنے کے لئے۔ ہم ان کی نفسیاتی کیفیت کو سمجھ سکتے ہیں، لیکن جائز نہیں قرار دے سکتے۔ ابوجہل اور اس کے رفقا نے حضرت محمد مصطفٰےصلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ و جدال کئے، اپنے سرمایۂ جمعیت کو محفوظ رکھنے کے لئے، جو کفر تھا۔

پس علّامہ اقبال کے بیانات کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑھ جائیے، آپ کو سوائے غیر احمدیوں کی نفسیاتی کیفیات کے تجزیہ کے کہیں یہ بات نہ ملے گی، کہ "احمدیت" حق و صداقت پر نہیں، بلکہ تمام مثالیں اسکی صداقت کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ علامہ اقبال کے نظریہ مجوسی ثقافت پر بھی ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جائے۔ علامہ موصوف نے مجوسی ثقافت کا یہ بیان کیا ہے، کہ اس میں آنیوالے کی انتظار پائی جاتی ہے۔ اس نظریہ میں بھی وہ مغرب کے ایک فلاسفر سپنگلر کے رہینِ منت ہیں۔ فلاسفر موصوف نے جہاں مجوسی گروہ میں یہودیت، قدیم کلدانی مذہب، ابتدائی عیسائیت اور زرتشتی مذہب کو شامل کیا ہے، وہاں اسلام کا نام بھی پیش کیا ہے، علامہ موصوف اول الذکر مذہب کو تو اس گروہ میں شامل کرتے ہیں، مگر اسلام کو ختم نبوت کا عقیدہ پیش کرکے اس زمرے سے خارج کرنے کی سعئ ناتمام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرماتے ہیں، آپ نے مسیح و مہدی کی انتظار کو ایک مہلک عقیدہ قرار دیا ہے، جس سے جمعیت اسلام کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے، مگر عجیب بات یہ ہے، کہ انہوں نے مدیر سیاست" کی اس دعوت کو کبھی قبول نہیں کیا، جو انہوں نے علامہ اقبال کے بیانات شائع ہونے پر انہیں دی تھی:۔

"ہماری رائے بھی یہی ہے، کہ مسیح موعود اور مہدی کی آمد کے خیالات مسلمانوں نے اغیار سے لئے، اور ان کی وجہ سے ملت میں فتنہ پیدا ہوا، کیا ہم علامہ موصوف سے بہ ادب التماس کر سکتے ہیں، کہ وہ از راہ نوازش ہر خیال کے علماء کے اجتماع کا بندوبست کریں، ان میں اگر احمدی حضرات کو شامل نہ کیا جائے، تو کوئی حرج نہ ہوگا، اس اجتماع میں مہدی کے ظہور اور حضرت عیسےٰ کے نزول پر بحث کر کے حتمی طور پر فیصلہ کر دیا جائے، کہ نزول مسیح اور بعثت مہدی کے عقائد کہاں تک غلط ہیں، ایسا فیصلہ احمدیت کے انسداد کے لئے جس قدر مفید ہوگا، وہ اظہر من الشمس ہے"

اس میں کوئی شک نہیں، کہ بعض مسلمان علامہ موصوف سے متفق ہیں، لیکن کیا چند یورپ زدہ لوگوں کی وجہ سے مسلمان اس عقیدے کو ترک کر دینگے؟ ڈاکٹر صاحب کو چاہیئے تھا، کہ وہ قطعی طور پر ان مسائل کا فیصلہ کرتے، مجوسی ثقافت کا ڈھونگ ایک ایسی علمی غلطی ہے، جس سے ہر وہ شخص واقف ہے، جس نے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے۔ دنیا میں کونسا مذہب ہے، جس میں کسی آنیوالے کی انتظار نہ پائی جاتی ہو، اور پھر کونسا مذہب ہے، جس کے پیروؤں نے ختم نبوت ایسے مسائل اختراع نہ کئے ہوں۔ جب تک یہ زمین و آسمان قائم ہیں، اور پیاسی زمین کے لئے بادل اُمنڈ اُمنڈ کر آتے، اور اسے سیراب کر کے چلے جاتے ہیں، تب تک دلوں کی پیاسی زمینوں کے لئے آسمان سے پانی اُترتا رہے گا، اور کون ہے، جو خدا کے فیض کے دروازے بند کر دے۔

جس طرح جسم کے مُردہ (Cells) حصے جسم سے زائل ہوتے رہتے، اور نئے ان کی جگہ لیتے رہتے ہیں، اسی طرح مُردہ قومیں مٹتی اور زندہ قومیں معرض وجود میں آتی رہیں گی، کون ہے، جو خدا کے اس قانون کو توڑ سکے؟ کفر کا سرمایۂ جمعیت" ہمیشہ لٹتا، اور ایمان کی کھیتی ہمیشہ سرسبز ہوتی رہیگی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی ضمن میں علّامہ اقبال نے احمدیت کے خلاف ایک غلط بیانی بھی کی ہے، جسے اس جگہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ موصوف رسالہ "اسلام اور احمد ازم" میں لکھتے ہیں۔

He claims his own prophethood to be an evidence of the prophet rearing power of the spirituality of the Holy prophet of Islam. But if you further ask him if the spirituality of Mohammad is capable of rearing more prophets than one, his answer is "no." This virtually amounts to saying that Mohammad is not the last prophet; I am the last.

"یعنی" وہ (حضرت مرزا صاحب) اپنے دعویٰ نبوت کو پیغمبر اسلام کی انبیاء پیدا کرنے والی روحانی طاقت کے ثبوت میں پیش کرتا ہے، لیکن اگر اس سے پوچھا جائے، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت ایک سے زائد نبی بھی پیدا کر سکتی ہے، تو اس کا جواب ہے "نہیں"۔ عملاً اس کے یہ معنے ہیں، کہ محمد (مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم) آخری نبی نہیں، بلکہ میں ہُوں"۔

اگر علاّمہ اقبال سلسلہ کے لٹریچر کا بغور مطالعہ فرماتے، تو انہیں معلوم ہو جاتا، کہ ہم اس بات کے قائل ہیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض روحانی سے قیامت تک انبیاء مبعوث ہوتے رہیں گے، خدا جب اور جسے چاہیگا، نبوت کے مقام پر کھڑا کر دیگا، یہ بات خدا کے علم میں ہے، کہ نبی کی کب ضرورت ہے، اور کون ہے جسے وہ اپنے فضل و کرم سے یہ منصب عطا کرے۔ پس جسمانی بارش کی طرح آسمانی بارش کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا، خدا جب چاہیگا، اور جس پر چاہیگا، اپنے انوار کی بارش کا نزول قیامت تک فرماتا رہے گا۔ ؎

؎ آئندہ قسط میں انشاء اللہ مقصودِ حیات اور جہاد کے مسائل پر بحث کی جائیگی، اور اس ضمن میں پنڈت جواہر لال نہرو، اور علامہ اقبال کے اعتراضات کا جواب بھی دیا جائیگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلمان اور علم جغرافیہ

(از "ابنِ عمر")

(۱)

ہر چند کہ جغرافیائی تحقیقات کے سلسلہ میں تاریخی شواہد نے اس حقیقت کو پایۂ ثبوت تک پہونچا دیا ہے، کہ عربوں میں جہاز رانی کا رواج اسلام سے مدتوں قبل کا واقعہ ہے، اور ظاہر ہے کہ جہاز رانی کے لئے طول بلد و عرض بلد کا جاننا، اور اِس چیز کی واقفیت کہ کس موسم میں کس وقت کس رُخ کی ہوائیں چلتی ہیں، نیز بندرگاہوں، ساحلوں، بحری راستوں ملکوں، شہروں، جزیروں اور زیرِ آب چٹانوں کا علم ہونا ضروری ہے۔

ہمارا یہ نظریہ محض قیاس پر مبنی نہیں، بلکہ تاریخ کے قدیم صحیفوں سے ان میں سے بعض کے متعلق شواہد ملتے ہیں، چنانچہ تاریخی طور پر ثابت ہے، کہ سنہ ۹۷ء میں یونانیوں نے مون سون کے منظم موسمی تغیرات کا علم عربوں سے حاصل کیا تھا[1] جس کی بدولت وہ بعض ایسے بحری راستوں کو اختیار کرنے کی جرأت کر سکے تھے، جن میں ساحل کے ساتھ ساتھ چلنے کے بجائے کھلے سمندروں میں سے ہو کر گذرنے لگے تھے، لیکن اس کے باوجود اس میں کوئی شک نہیں، کہ ابتدائً عربوں کے یہ جغرافیائی معلومات زمانۂ جاہلیت کے خیالات اور روزمرّہ کے تجربات پر مبنی تھے، جو کتابوں کے صفحات سے بڑھکر سینوں میں محفوظ چلے آرہے تھے، اور علمی حیثیت سے اس علم کی تدوین کا آغاز "ظہور قدسی" کے بعد ہوُا، اور اس طرح مشہور جرمن مستشرق ہیرگسٹال کا یہ قول بڑی حد تک صحیح ہے، کہ "عرب اور عربی لٹریچر کی صحیح تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے، جب وہاں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے"۔ حقیقت یہ ہے، کہ علوم و فنون کی تولیت کا خیال تو مسلمانوں کو تھا ہی، لیکن حج بیت اللہ کی تقدیس، تسخیر عالم کا شوق، حکومت اسلامی کا

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۹۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

استحکام، قبلہ رُخ نماز پڑھنے کا تصوّر، اور سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ کا حکمِ قرآنی یہ عملی ضروریات علمِ جغرافیہ کی تدوین میں خاص طور پر محرک ثابت ہوئیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے، کہ مسلمانوں میں جغرافیائی تحقیقات و تصنیفات کا سلسلہ مامون الرشید کے عہد سے شروع ہوتا ہے، اور اس کے عہد میں بطلیموس کی کتاب المجسطی کا عربی میں ترجمہ کر کے اس فن کی داغ بیل ڈالی گئی، چنانچہ Legacy of Islam کا مضمون نگار صفحہ ۸۸ میں لکھتا ہے:-

The scientific study of Geography in Islam began under greek influence.[1]

لیکن یہ قیاس درست نہیں، نہ تو مامون کے عہد میں جغرافیائی لٹریچر کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے، اور نہ بطلیموسی معلومات کی بنیادوں پر اس عمارت کو اٹھایا گیا ہے۔

اب تک کی تحقیقات سے جغرافیہ پر سب سے پہلی جس تصنیف کا علم ہو سکا ہے، وہ عرام بن الاصبغ السلمی الاعرابی کی کتاب "اسماء جبال تہامہ والحجاز" ہے، جس کا عہد تصنیف اس زمانہ سے بہت پہلے کا ہے، جب مجسطی کا ترجمہ ہوا، اس کے بعد ہمیں نضر بن شمیل بصری کا لکھا ہوا جغرافیہ ملتا ہے جس کا سنہ تصنیف ۸۴۰ء عیسوی ہے۔ یہ تو علم و فن کے وہ سفینے ہیں، جو زمانہ کی دستبرد سے بچتے ہوئے ہم تک پہونچے، ورنہ معلوم نہیں زمانہ کی تاریکیوں میں کتنے اور ایسے دفینے پنہاں ہیں۔ اس کے بعد ارتقائی تاریخ کا سلسلہ ہمیں نویں صدی کے آغاز کی طرف لے جاتا ہے، جس میں مسلمان بطلیموس (سنہ ۱۵۰ء) کی جغرافیائی تصنیفات سے آگاہ ہوئے، اور مامون (سنہ ۸۱۵ء) کے فرمان سے یحیٰ برمکی کے زیرِ اہتمام "بیت الحکمت" کے ماہرینِ فن نے مجسطی کو عربی میں منتقل کیا، اور یہی مجسطی کا مستند ترجمہ ہے۔ اسکے علاوہ ثابت بن قرۃ المتوفی سنہ ۲۸۸ھ نے بطلیموس کی ایک اور کتاب "جغرافیہ فی المعمور وصفۃ الارض" کا عربی میں ترجمہ کیا۔

---

[1] مسلمانوں میں جغرافیہ کا فنی مطالعہ یونانی اثرات کے ماتحت ہوا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بطلیموس نے اپنے جغرافیہ میں زمین، شہر، پہاڑ، سمندر، دریا، جزائر غرض مختلف ہیولات جغرافیائی کا ذکر کیا ہے، آباد شہروں کے ذکر میں ان کی تعداد ۴۵۳۰ بیان کی ہے۔ مختلف سمندروں کی وسعت اور ان کی گہرائی مختلف رنگوں کے ذریعہ ظاہر کی ہے۔

بطلیموس کی کتاب جغرافیہ کے سوا مسلمانوں نے اس زمانہ میں پہلے زمانہ کی ایک اور کتاب سے بھی جغرافیائی معلومات اخذ کی ہیں، جس کا نام "ابتدائے ربع مسکون" ہے۔

یونانی قدماء نے کرۂ ارض کو خطوط سرطان وجدی اور دوائر قطبی کے ذریعہ پانچ منطقوں میں تقسیم کیا تھا، جس طرح اب بھی کیا جاتا ہے، یہ تقسیم پرمی نائڈ (Parmenide) کی طرف منسوب ہے۔ لیکن مسلمان جغرافیہ دان اس تقسیم کی طرف زیادہ مائل نہ تھے، بلکہ انہوں نے زمین کو اقالیم میں تقسیم کیا ہے، جنکی تعیین سال کے بڑے سے بڑے دن کے ذریعہ ہوتی ہے، اور ان کا اظہار خطوطِ عرضی کے ذریعہ کیا جاتا ہے، چنانچہ خوارزمی (۸۳۵ء) نے کرۂ ارض کو اسی طریق پر سات اقالیم میں تقسیم کیا ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا، یہ یونانیوں کا طریق نہ تھا، البتہ اس کا کسی قدر اصل ایرانی بابلی تحقیقاتوں میں ملتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ عربی جغرافیائی لٹریچر پر بہت آغاز ہی میں یونانی اثر کے ساتھ ایرانی بابلی معلومات کا بھی کافی اثر پڑا ہے۔

اس طرح گو یونانی اور ایرانی بابلی اکتشافات نے تحقیق کے میدان میں بہت ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کی امداد کی، لیکن خود مسلمانوں کی "طبائع میں اس قدر جدتِ خیال اور تحصیل علم کا ولولہ تھا، کہ انہوں نے بہت دنوں تک اسی . . . . حالت پر قناعت نہ کی" اور زیادہ دیر نہ گذری تھی، کہ زمانہ کی آنکھ نے مسلمانوں کو اس محدود دائرۂ معلومات سے باہر آکر اپنے مددگاروں اور بعض پہلوؤں میں اپنے استادوں سے بہت آگے نکلتے دیکھا، ورنہ بقول ایچ۔جی۔ ویلز "یونانی ادب کے پہلو بہ پہلو تو وہ اپنے ابتدائی فاتحانہ حملوں کے بعد ہی آکر کھڑے ہو گئے تھے"

گذشتہ سطور میں ہم علوم و فنون کے قدر دان عباسی خلیفہ مامون (۸۱۵ء) کا ذکر کر چکے ہیں، کہ کس طرح اسکندریہ کے یونانی جغرافیائی سکول کے معلومات اس کے ایماء سے عربی میں منتقل ہوئے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعریف کریں، مگر یہ کیا ہے کہ میں متواتر اشتہار شائع کر رہا ہوں، اور آپ اسکی تردید بھی نہیں کرتے۔ مینے اسے جواب دیا، کہ لوگوں میں تردید کرنے کی رُوح کا پیدا ہو جانا بھی خدا کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے، جو آپ کو میسر نہیں۔

مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ایک ایسی ذات ہے، کہ دُنیا خواہ مخالفت کرے خواہ موافقت، بہرحال وہ آپ کی طرف توجہ کرنے پر مجبور رہی ہے، اور مجبور ہے۔ جو مخالفت کرنے والے ہیں، وہ تو مخالفانہ جذبات سے پُر ہی ہیں، مگر جن کے دلوں میں محبت ہے، وہ اس رنگ کی محبت ہے کہ جب بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اُن کے کانوں میں پڑتا ہے، اُن کے دلوں میں عجیب قسم کا ہیجان پیدا ہو جاتا ہے، اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے اندر کوئی تلاطم پیدا ہو گیا ہے۔ اس تلاطم کا اندازہ دوسرے لوگ نہیں لگا سکتے، صرف وہی لگا سکتے ہیں، جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، اور آپ کو پہچانا، مگر دیکھنے سے میری مُراد صرف جسمانی طور پر دیکھنا نہیں، بلکہ میری مُراد اُن لوگوں سے ہے، جنھوں نے عقل کی آنکھوں سے آپ کو دیکھا، اور عرفان کی آنکھ سے آپ کو پہچانا، جب کبھی وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سُنیں، یا جب کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کے پاس سے گذریں، اُس وقت اُنکی کیفیت بالکل اور ہو جاتی ہے، اور وہ یُوں محسوس کرتے ہیں، کہ گویا وہ مادی دُنیا سے جُدا ہو کر ایک اور عالم میں آ گئے ہیں۔

دو سال کے قریب کی بات ہے، مَیں کراچی گیا، تو وہاں ایک دن کچھ ایسی ہَوا چلی جو عرب کی طرف سے آ رہی تھی، معاً اِس ہَوا نے میرے دل میں ایک حرکت پیدا کر دی، اور مَینے کہا، یہ ہَوا اُدھر سے آ رہی ہے، جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہا کرتے تھے۔ پھر میں انہی خیالات میں محو ہو گیا، اور اُس وقت آپ ہی آپ ایک دو شعر میری زبان پر جاری ہو گئے، جن کو اسی وقت مَینے لکھ لیا۔ ان اشعار میں سادہ الفاظ میں اپنے جذبات کا مَینے اظہار کیا ہے۔ شاعرانہ تعلّیاں نہیں۔ بعد میں چونکہ میں اور کاموں میں مصروف ہو گیا، اس لئے مَینے جس قدر اشعار کہے تھے، اسی قدر رہے، اور اُن میں اضافہ نہ ہو سکا، بہرحال جب وہ ہَوا آئی، تو مَینے کہا ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی بادشاہ کا یہ کارنامہ ہے، کہ اس نے ۷۰ ماہرینِ فن کی ایک مجلس زمین کا خاکہ تیار کرنے کے لئے مقرر کی، اور محمد بن موسیٰ بن شاکر کو خاص طور پر کرۂ ارض کی پیمائش کرنے کا حکم دیا، اور اس طرح دُنیا کا ایک بہت بڑا نقشہ تیار کیا گیا، جس میں دُنیا کے کرّے براعظم، سمندر، دریا، آباد و غیر آباد خطّے، اقوامِ عالم کے مقبوضات، اور بلاد و قصبات غرض مختلف جغرافیائی ہیولات واضح کئے گئے تھے۔

اسی زمانہ میں مسلمان جغرافیہ دانوں نے ایک نہایت لطیف علمی مشاہدہ کیا، جس کے ذریعہ انہوں نے دائرۂ نصف النہار کی پیمائش کی، اس پیمائش کا قدیم طریق یہ تھا، کہ ایک ہی خط النہار میں دو مختلف مقامات پر دھوپ گھڑی کے رأس السرطان اور راس الجدی کے سایہ کو دیکھا جاتا، ایک سایہ سے ان دونوں جگہوں کے زاویۃ الرأس کا پتہ چل جاتا، یعنی اس قوس کی پیمائش معلوم ہو جاتی اور اس طرح تمام دائرہ ارضی کا حساب کر لیا جاتا، لیکن خلیفہ مامون کے حکم سے ماہرینِ فن کو جمع کیا گیا، اور اس موقعہ پر یہ لوگ جو طریق کار عمل میں لائے، وہ قدیم طریق سے مختلف تھا، تجویز یہ ہوئی، کہ ایک گروہ شمال کی طرف قطب کے رُخ ایک درجہ کی بلندی تک جائے، اور دوسرا گروہ جنوب کی طرف، یہانتک کہ شمالی قطب ایک درجہ نیچے ہو جائے، بعد میں جب ہر فریق کے طے کردہ فاصلہ کی پیمائش کی گئی، تو پہلا گروہ ۵۶⅔ میل چلا تھا، جبکہ دوسرے گروہ کی طے کردہ مسافت بغیر کسر کے صرف ۵۶ میل تھی، پہلے دونوں فاصلوں کا اوسط نکالا، اس کے بعد مستقل طور پر ۵۶⅔ میل کو طے کیا، اور اس طرح سارے دائرہ کی جو پیمائش حاصل کی، وہ ۴۷،۳۲۵ کیلومیٹر تھی۔

قدیم خیال یہ تھا، کہ تمام سمندر ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں، اور ان کا وجود مستقل ہے، اس کے مقابل مسلمانوں نے دریافت کیا، کہ یہ سب سمندر باہم مشترک ہیں، بحر ہند، بحیرہ روم، خلیج فارس، بحیرہ چین وغیرہ یہ سب ایک ہی اصل کے مختلف حصّے ہیں، جو حصّہ جس خشکی کے مقابل آیا، اسی کا نام اسے دیدیا گیا، اور اس طرح سمندروں کی وحدت کے مسئلہ کو ثابت کیا گیا، چنانچہ سلیمان (۲۲۵ھ) اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے:۔

وممّا حدث فی زماننا ھٰذا ولم یعرفہ   ان امور میں سے جو ہمارے زمانہ میں منکشف ہوئے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

من تقدمنا انه لم يقدر ان البحر الذی علیه بحر الصین والھند یتصل ببحر الشام ولا یقوم فی انفسھم حتی کان فی عصرنا ھذا۔ (سفرنامہ سلیمان ص۵۹)

اور پہلوں کو معلوم نہ تھے، یہ ہے کہ یہ اندازہ نہیں کیا جاتا تھا، کہ بحر ہند و بحیرہ چین، بحیرہ روم سے ملے ہوئے ہیں، اور اس کا خیال پہلے لوگوں کو نہ تھا، یہانتک کہ ہمارے زمانہ میں یہ مسئلہ ثابت ہوا

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے، کہ محض ایک نظریہ پر بنا کرتے ہوئے انہوں نے دنیا کے تمام بحیروں اور سمندروں کی یگانگت فرض کر لی تھی، بلکہ باقاعدہ طور پر اس کا انہوں نے مشاہدہ کیا تھا، اور پھر جو سمندر مستقل تھے، ان کی تعیین کی، چنانچہ مسعودی (۳۰۳ھ) کی تحقیق مروج الذہب میں درج ہے، کہ بحیرہ خزر بحرِ محیط سے جُدا ہے۔

پھر اپنے تجارب و مشاہدات پر بنا رکھتے ہوئے مد و جزر کے اصول اور مواقع کے متعلق بھی مسلمانوں نے اس ابتدائی زمانہ میں ہی پہلوں سے اختلاف[1] کر کے صحیح نظریہ پیش کیا۔

جغرافیائی ارتقاء کے اس ابتدائی دَور میں جو قابلِ قدر مصنفین گزرے ہیں، اور جن کی تصانیف کو فنی اعتبار سے فراموش نہیں کیا جا سکتا، ان میں سے فرغانی، خوارزمی، ابن خورداذبہ، الکندی سلیمان اور یعقوبی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں

ابو العباس احمد بن محمد بن کثیر الفرغانی (۸۶۱ء)۔ ابن ندیم نے الفہرست میں اس کا نام صرف محمد بن کثیر درج کیا ہے، ابو الفرج نے احمد بن کثیر لکھا ہے، جغرافیائی دنیا میں اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے، کہ اس نے زمین کا قُطر معلوم کیا ہے۔

محمد بن موسیٰ الخوارزمی:۔ بعض دفعہ اس کے حالات محمد بن موسیٰ بن شاکر سے مل جاتے ہیں، کیونکہ دونوں ہمعصر تھے، دونوں کو جغرافیہ میں درک تھا، اور دونوں مامون کے بیت الحکمت کے رکن تھے، یہی وجہ ہے، کہ بعض روایات میں اس کا سنِ وفات ۸۳۵ء درج ہے، جبکہ دوسرے بیان کرتے ہیں، کہ یہ کم سے کم ۸۴۷ء تک زندہ تھا۔

[1] سفرنامہ سلیمان ص۲۱۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خوارزمی نے مامون کے عہد میں کرۂ ارض کی پیمائش میں نمایاں حصہ لیا، جغرافیہ کے علاوہ ریاضی، نجوم اور تاریخ میں بھی خوب دستگاہ تھی، یہ اپنے اوقات کا اکثر حصہ لائبریریوں میں صرف کرتا تھا، "تاریخ میں اس کی تصنیف کتاب التاریخ جسے مسعودی (۹۳۰ء) نے اپنا ماخذ بنایا تھا بہت مشہور ہے، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے صفحہ ۹۱۲ میں اس کے متعلق لکھا ہے:۔

He was a strong scientific genius.[1]

یہ وہ مصنف ہے، جس کا اشہب قلم تصنیف کے میدان میں اس وقت بھی جولانیاں دکھلا رہا تھا، جبکہ اسکندریہ کے بطلیموسی سکول کی تعلیمات عربی میں منتقل نہیں ہوئی تھیں۔

The writings of al-Khwarzimi were composed before the period of great activity in translating from the greek.[2]

الجبر المقابلہ جسے سناد بن علی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، یہ دراصل خوارزمی کی تصنیف ہے، ریاضی میں اس کی ایک اور تصنیف کا لاطینی ترجمہ محفوظ ہے، لیکن اصل کتاب ناپید ہے۔

خوارزمی نے دوسرے ماہرین کے ساتھ ملکر مامون کے اشارہ سے ایک اٹلس بھی تیار کی تھی، جغرافیہ میں اس نے کتاب صورۃ الارض کے نام سے ایک اور تصنیف بھی کی تھی، جس کا مخطوط Strassburg میں محفوظ ہے۔ ابوالفداء نے اس کتاب کا نام الرسم الربع المعمور بتایا ہے، خوارزمی کی یہ تصنیف آخری زمانہ کی ہے، اور اس کے بعض نقشوں کے تیار کرنے میں بطلیموس کی کتاب سے مدد لی گئی ہے، گو مصنف کی اُپج اس میں بھی قائم ہے،

ابوالقاسم عبید اللہ بن عبد اللہ بن احمد بن خورداذبہ ۸۲۰ء

---

[1] علوم کے ادراک اور ان کے بیان میں اُسے فوق العادت دستگاہ حاصل تھی۔

[2] خوارزمی کی تصنیفات اس دور سے قبل کی پیداوار ہیں، جب یونانی سے عربی زبان میں تراجم کی سرگرمیاں شروع ہوئیں۔ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام صفحہ ۹۱۲)۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah
میں پیدا ہوا۔ کتاب ادب السماء، کتاب المطبیخ، کتاب اللھو والملاھی، کتاب الشراب، کتاب الندما والجلساء وغیرہ اسماء سے اس نے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں، لیکن اس کی شہرت کا تمامتر مدار اس کی جغرافیائی تصنیف کتاب المسالک والممالک پر ہے، یہ کتاب پہلے ۲۳۲ھ میں شائع ہوئی، لیکن اس کے بعد بعض اصلاحات اور جدید اضافوں کے ساتھ ۲۳۰ھ میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا، بعد کے جغرافیہ دان ابن الفقیہہ، ابن حوقل اور مقدسی وغیرہ نے اسی سے استفادہ کیا ہے، موسیو گوئے (Goeje) نے لیڈن سے جو سلسلہ "جغرافیہ دانانِ عرب" شائع کیا ہے، اس کے چھٹے نمبر میں ابن خورداذبہ کی کتاب چھپی ہے، حاجی خلیفہ کی روایت کے مطابق ۹۱۲ عیسوی سنِ وفات ہے۔

ابو یوسف یعقوب بن اسحٰق الکندی۔ اس کی شہرت فیلسوفِ عرب کے نام سے ہے، اس کا باپ کوفہ میں گورنر تھا، اس نے بصرہ و بغداد کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی، یونانی علوم میں کندی کی مہارت مسلّم ہے، عباسی دربار میں مختلف عہدوں پر سرفراز ہوتا رہا، مامون کے عہد میں دارالتالیف والترجمہ کا رکن تھا، اور یونانی کتابوں کے ترجمہ کی خدمت تفویض تھی۔

He was regarded by cardan, a philosopher of the renaissance, as one of the twelve subtlest minds.[ے]

عام طور پر سمجھا جاتا ہے، کہ امریکہ کی دریافت کا سہرا کولمبس کے سر ہے، یہ بحث تو اپنے موقعہ پر آئیگی، یہاں ہمیں صرف یہ کہنا ہے، کہ خود کولمبس کی تحریروں میں ایسے حوالے موجود ہیں، کہ الکندی اور اس کی مثل دوسرے جغرافیہ نویسوں کی تصنیفات نے یہ بات ظاہر کردی تھی، کہ ہماری اس معمور قدیم دُنیا کے دوسری جانب بھی ضرور زمین ہے، الکندی کی اصل عربی تصنیفات اکثر ناپید ہیں، البتہ بہت سی کتابوں کے لاطینی تراجم محفوظ ہیں۔

ے کارڈن کے نزدیک اس کا شمار نشاۃ الثانیہ کے مفکّروں اور دُنیا کے بارہ زیرک ترین دماغوں میں ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بعد اسلام عربی جغرافیائی لٹریچر میں تاجروں کے سفر ناموں کا بھی کافی حصہ شامل ہے، ہرچند کہ اس قسم کے اشخاص میں عموماً وہ قابلیت جو علمی مشاہدات کے لئے چاہیئے، نہیں ہوتی، تاہم ان کے بیانات بقول ڈاکٹر لیبان اکثر معتبر ہیں [۱]

وحدت بحری کے ذکر میں ہم سلیمان تاجر کے سفر نامہ کا حوالہ درج کر چکے ہیں، یہ تاجر بصرہ کا رہنے والا تھا، اس نے ہندوستان اور چین کے بہت سے سفر کئے، ۸۵۱ء میں اس نے اپنے ان سفروں کے مشاہدات قلمبند کئے، جسے اس کے ہمسفر ابو زید بلخی نے تیس سال بعد قریباً ۸۸۰ء میں مکمل کیا، اور مشرق بعید کے متعلق دوسرے عرب سیاحوں کے مشاہدات بھی درج کئے، اس سے جہاں ایک طرف اپنے مواد کے لحاظ سے اس کتاب کی اہمیت بڑھ گئی، وہاں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ نویں صدی میں بعض اور سفر نامے بھی تیار ہو چکے تھے۔

اس صدی کا آخری نامور مصنف احمد بن ابو یعقوب بن جعفر یعقوبی ہے ۸۹۱ء میں اس نے جغرافیہ پر اپنی "کتاب البلدان" لکھی، جس کے لئے وہ مدت سے مواد جمع کر رہا تھا، کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ نقشہ کشی اور اعداد و شمار جمع کرنے سے اسے خاص دلچسپی تھی۔ فاصلہ کا اندازہ میل و فرسخ میں دینے کے بجائے ظرف زمان میں دیتا ہے، اور اس طرح بیان کرتا ہے، کہ فلاں جگہ اتنے دن کی مسافت پر ہے، اس نے اپنی کتاب بغداد و سمیرا کے تفصیلی بیان سے شروع کی ہے، اور پھر ایران، توران، افغانستان، پھر عرب، ہندوستان، چین اور بازنطینی سلطنت کے جغرافیائی بیان پر اسے ختم کر دیا ہے، لیکن افسوس کہ وہ حصہ جس میں وسطی عرب، ہندوستان اور اس کے بعد کے ممالک کے جغرافیائی حالات بیان کئے تھے، ضائع ہو چکا ہے۔

یعقوبی کا اسلوب بیان نہایت سادہ اور رواں ہے، اور جس طرح ایک علمی تصنیف کے شایانِ شان ہونا چاہیئے، افسانہ نویسی اور مبالغہ آمیزی سے پاک ہے۔ اپنی اس کتاب میں اس نے کوشش کی ہے، کہ معمورہ عالم کے مختلف ممالک اور ان کے فرمانرداؤں کے ذکر کے ساتھ مختلف شہروں

---

[۱] تمدن عرب ص ۴۳۸۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے درمیانی فاصلے، ملکوں کی طبعی حالتیں، جس سے وہاں کے میدانوں، پہاڑوں، اور سمندروں کی کیفیات معلوم ہوں، آب وہوا، خشکی، تری، پانی کے بہاؤ کی سمت وغیرہ یہ سب باتیں درج ہوں۔ اپنی کتاب کا مواد جمع کرنے میں اس نے تنقیدی پہلو کو مدنظر رکھا ہے، چنانچہ خود لکھتا ہے:۔

"مَیں نے پرانی کتابوں کا محض تتبع نہیں کیا، بلکہ .... خود تحقیق کی ہے، کیونکہ قدیم کتابوں میں بعض غلطیاں موجود ہیں"

طاہریوں کے زوال کے بعد یعقوبی مصر چلا گیا، جہاں ۸۹۷ء میں اس نے وفات پائی۔ اور اس کے ختم ہونے کے ساتھ ہی نویں صدی کے جغرافیائی سکول کا خاتمہ ہوگیا۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو کے پرانے فائل

جن میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہایت قیمتی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں، قابل فروخت ہیں۔ قیمت کا تصفیہ مینجر رسالہ ریویو اردو سے بذریعہ خط و کتابت کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فلسفہ کا حیاتِ انسانی پر اثر

یا مُردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار
جو فلسفہ لکھا نہ گیا ہو خونِ جگر سے

(از ذاکر عجمی)

انسان کی فطرت جذبات اور عقل سے مرکب ہے۔ جب تک ان عناصر میں توازن ہے، انسانی زندگی ایک مثالی زندگی ہے۔ بیک وقت اس میں حُسن وجمال کی رنگینیاں ہیں، اور اعتدال کا منظر بھی۔ پاسبانِ عقل جذبات کی جولانیوں کو بے قابو نہیں ہونے دیتا۔ لیکن تندرست اور بالیدہ جذبات اپنے اندر ایسی قوتِ نمو رکھتے ہیں، کہ عقل کا تازیانہ ان کو رُوحانی کیفیات سے محروم نہیں کر سکتا۔ مگر جب دونوں میں افتراق ہو جائے، تو اعتدال کا حُسن مٹ جاتا ہے۔ یا محض رنگینی اور سرمستی کا عالم ہوتا ہے، جس میں بے لگام و بے عنان جذبات و عواطف ہولی کھیلتے نظر آتے ہیں۔ یا عقل پرستی کا ایک لق و دق صحرا نظر آنے لگتا ہے، جس میں دانش و خرد کی آندھیاں عملِ تخریب میں کارفرما ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے، کہ شہیدانِ خرد کی زندگیاں بے مزہ اور بے کیف ہوتی ہیں۔ ان کا سارا زور "قولِ باطل" کو "دلیل محکم" ثابت کرنے میں خرچ ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مشغلہ ہے، جو حیاتِ انسانی کے لئے مضرت رساں ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ معلّم فلسفہ کو ایک سوال سے ہمیشہ دوچار ہونا پڑتا ہے، اور وہ یہ کہ "فلسفہ کا کیا فائدہ ہے؟" اس بظاہر سادہ سوال کا جواب بہت مشکل ہے۔

فلسفے کے دو پہلو ہیں، ایک نظری اور دوسرا عملی۔ نظری اعتبار سے فلسفہ یقیناً کارِ بیکاراں ہے، اور خداداد عقل کا غلط استعمال۔ یونان میں ایک طبقہ سوفسطائی تھا، جس کا یہ مشغلہ عزیز تھا، کہ عقلی معمّے اور عقدے تراشے جائیں، اور ملک کے نوجوانوں کو پریشان کیا جائے۔ علم نفسیات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا بھی ایک فائدہ ہے، وہ یہ کہ انسان اپنے جذبات وعواطف کے اتھاہ کو پہونچکر اپنے آپ کا محاسبہ کرسکتا ہے، اپنی زندگی کے حسین اور قبیح پہلو میں امتیاز کرسکتا ہے، اور اپنے لئے جادۂ اعتدال تجویز کرسکتا ہے۔ ماہر نفسیات اپنے دوستوں کے امیال ورجحانات کا تجزیہ کرکے ان کے ساتھ عمدہ تعلقات استوار کرسکتا ہے۔ علم ادب اپنے اندر ایک کیف وسرور رکھتا ہے، جو قیدِ الفاظ میں نہیں آسکتا ہے، بحرِ ادب کے غواص ہی اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بعض دفعہ ایک شعر اور ایک مصرعہ پڑھنے والے کو سرشار کردیتا ہے۔ سائنس کے فوائد تو مرئی ہیں۔ ہر لحظہ سائنس کی کرشمہ سازیاں اور بوقلمونیاں ہمیں نظر آتی ہیں۔ اسی طرح اور فنونِ لطیفہ ہماری فطرت کو پیغامِ شادمانی دینے میں ہروقت مصروف ہیں۔ مگر فلسفہ اس اعتبار سے بالکل بے فائدہ سا معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً اس دَورِ تاریخ میں جب مادّی اصولوں نے ہماری زندگی پر گہری رنگ آمیزی کی ہے، اور ہم ہر چیز کو معاشی سودمندی کے معیار سے ہی پرکھنے کے عادی ہوگئے ہیں، فلسفے کی حیثیت اور بھی گھٹ گئی ہے۔ کیونکہ نظری اعتبار سے فلسفیانہ تصورات ہمارے لئے کوئی ٹھوس اور مرئی نعماء مہیا نہیں کرتے۔ بلکہ فلسفیانہ جدلیات میں منہمک ہوکر انسان اپنے قوائے عملیہ کو مضمحل کرلیتا ہے، اور اپنے آپ کو کشمکش حیات کے اہل نہیں پاتا۔ اس کی زندگی کیف ورومان۔ جوشِ کردار اور ہنگام عمل سے یکسر معرّا ہوجاتی ہے، ؎

جلوۂ او بے حکیم و شعلۂ او بے خلیل
عقلِ ناپروا متاعِ عشق را غارتگر است

سائنس کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے، تو آپ کو معلوم ہوگا، کہ اس میں ارتقاء ہے، ہر نیا دور ترقی کا دور ہوتا ہے، ہر سائنسدان اپنے پیش رو کے تجربات اور نظریات سے متمتع ہوتا ہے، اور ایک قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اس طرح سائنس کے ایجادات واختراعات عروج پذیر رہتے ہیں، اس کے برعکس فلسفہ پر جمود طاری رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے، کہ ہر نیا فلسفی پہلے فلسفی کے نظریوں کو غلط اور بے سروپا ثابت کرنے میں اپنی زندگی بسر کردیتا ہے، اس کی آنکھ بند ہوتے ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک اور مفکر پیدا ہوتا ہے، جو اس کے علم پر استہزاء اور اس کے قیاسات و معلومات کی تغلیط کرتا ہے۔ یہ تسلسل قائم رہتا ہے، جس سے فلسفے کو کوئی ترقی نصیب نہیں ہوتی، بلکہ فلسفیانہ جنگ و جدال سے دوسرے بھی بدظن ہو جاتے ہیں۔ انہی بے مقصد جدلیات کو دیکھتے ہوئے کسی نے فلاسفر کو ایسے اندھے آدمی سے تشبیہ دی ہے، جو ایک تاریک کمرے میں ایک سیاہ بلّی کی تلاش کر رہا ہے، جو اس کمرے میں نہیں ہے۔

ایک اور پہلو سے بھی فلسفے کی کم مائیگی ثابت ہوتی ہے، اور وہ یہ کہ فلسفہ نہ صرف انفرادی لحاظ سے سود مند نہیں، بلکہ منزلی اور سماجی زندگی میں بھی اس کے فوائد عنقا ہیں۔ نہ یہ کسبِ معاش کا فن سکھاتا ہے، اور نہ اس کے مطالعے سے انسان کو وہ شخصیت حاصل ہوتی ہے، جس سے اس کا سماج میں اثر و رسوخ ہو۔

اگر زندگی کو فنِ لطیف تصوّر کیا جائے، تو بھی فلسفے کو اس سے دور کا لگاؤ بھی نہیں، کیونکہ فلسفی معاش کے طور و طریق سے بالکل بے بہرہ ہوتا ہے، وہ زندگی کے مسائل کے حل سے یکسر قاصر ہے، بلکہ اپنی موشگافیوں اور عقدہ نمائیوں سے زندگی کو اور بھی مشکل و دشوار کر دیتا ہے، اور اس کارگاہِ عمل وسعی کو "حیرت خانہ فارابی" بنا دیتا ہے، ایک فلسفی ایک غیر فلسفی سے زیادہ بہتر اور زیادہ منفعت رساں شہری اور مدبّر نہیں ہوتا۔ وہ ایسی الجھنوں میں کھویا ہوا ہوتا ہے جن کا اس کو خود بھی پتہ نہیں لگتا، چہ جائیکہ وہ میرِ قافلہ بنکر دوسروں کی رہنمائی کرے، اور منزلِ مقصود تک پہونچا دے۔ فلسفی کا مرغوب خاطر مسئلہ ہمیشہ آفرینشِ جہانِ رنگ و بُو رہا ہے، مگر آج تک وہ یہ بتلانے سے قاصر رہا ہے، کہ آیا اس طلسمِ کاخ وکو کا بنانے والا ربّ قدیر ہے یا یہ مادّے کی قلمکاریاں ہیں، جو باغبان کی تراش خراش سے بے نیاز ہیں۔ اس کے حیرت و استعجاب کا نقشہ شاعر نے خوب کھینچا ہے، ؎

سمجھتا نہیں تسلسلِ شام و سحر کو میں ۔۔۔ یہ آفتاب کیا یہ سپہرِ بریں ہے کیا؟
ڈرتا ہوں دیکھ دیکھ کے اس دشت و در کو میں ۔۔۔ اپنے وطن میں ہوں کہ غریب الدیار ہوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کھلتا نہیں مرے سفرِ زندگی کا راز لاؤں کہاں سے بندۂ صاحب نظر کو میں

اس ادھیڑ بُن میں اس کی عمر تمام ہوجاتی ہے۔ نسیم کی خنکی پر۔ پانی کی طراوت پر، خورشید کی تابانی اور وسعت افلاک پر اس کو اعتراض پیدا ہوتے ہیں، اس کی بے بصر آنکھیں حقیقتِ مشہود کو دیکھ نہیں سکتیں، وہ نہ اقرار کرتا ہے، اور نہ اپنے انکار پر اصرار، تشکیک کے ہچکولوں میں اس کی ناؤ غرق ہوجاتی ہے، اس دماغی پریشانی کو اکبر الہ آبادی نے یوں بیان کیا ہے،

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سِرا ملتا نہیں

یہی وجہ ہے، کہ ایک فلسفی کو وہ اطمینان وسکون نصیب نہیں ہوتا، جو عام مگر غلط اصطلاح میں "فلسفیانہ سکون" کہلاتا ہے، اس کی بے ثمر تحقیق وتدقیق اس کی طبیعت کو چڑچڑا بنا دیتی ہے۔ وہ معمولی سی بات پر اتنا برہم ہوجاتا ہے، گویا آسمان ٹوٹ پڑا۔ اس کی زندگی میں مسرت وشادمانی نام کو بھی نہیں ہوتی، اس کے اخلاق دوسروں سے ممتاز نہیں ہوتے، فلسفیوں کی بےرنگ زندگی کو دیکھکر یونان میں ایک مقولہ زبان زد خلائق ہوگیا تھا، وہ یہ کہ انسان یا تو "مسرور خنزیر" ہوسکتا ہے، یا "مغموم سقراط"۔ گویا یہ خیال رائج ہوگیا، کہ علم اور شادمانی نقیضین ہیں، جو ایک وجود انسانی میں جمع نہیں ہوسکتیں

لیکن جب فلسفہ عمل سے، یا اس چیز سے جس کو شاعرانہ زبان میں "عشق" بھی کہہ سکتے ہیں، باہمدگر پیوست ہوجاتا ہے، تو ایک بے پناہ قوت بن جاتا ہے، جو فرسودہ نظام کو تہہ وبالا کردیتا اور ایک نیا محل تعمیر کرتا ہے،

عقلے کہ جہاں سوز دیک جلوۂ بیباکش از عشق بیاموزد آئینِ جہانتابی

دنیا میں جتنے انقلاب رونما ہوئے، وہ "عقل وعشق" کے اتحاد کا کرشمہ تھے۔ وہ فلسفہ جو میدانِ عمل میں آتا ہے، وہ بہروپیئے کا سوانگ بھر کر نہیں آتا، بلکہ ایک "مردِ کار" بن کر آتا ہے، جو ایسے ایسے نظریئے اور تصوّرات تراشتا ہے، جن میں عمل وکردار کی نمو ہوتی ہے۔ وہ تصوّرات ازخود جد وجہد کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں، وہ تصوّرات بجائے جبرت زائیوں اور موشگافیوں کے انسان کی بہبود اور خیر سگالی کو اپنا معمول بناتے ہیں، ایسے فلاسفر کا ہر تارِ نفس ایک افسوں ہوتا ہے، جو سماج میں جوش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سمندر سے ہوائیں آ رہی ہیں مرے دل کو بہت گرما رہی ہیں
عرب جو ہے مرے دلبر کا مسکن بوئے خوش اس کی لے کر آ رہی ہیں
بشارت دینے سب خورد و کلاں کو اچھلتی کودتی وہ جا رہی ہیں

حقیقت یہی ہے، کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد دُنیا کے قلوب میں محبّت نے ایک ایسا پلٹا کھایا ہے، کہ وہ پہلی محبّتیں جو دلوں میں پائی جاتی تھیں، ان کا نقشہ ہی بدل گیا ہے۔ محبت کا مادہ ایک فطرتی مادہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے انسانی قلب میں اس لئے پیدا کیا ہے، تا وہ بندے کو اپنے رب کی طرف توجہ دلائے، جب تک اصل چیز نہیں ملتی، انسان درمیانی چیزوں سے اس جذبہ کو تسلّی دینے کی کوشش کرتا ہے، حدیثوں میں آتا ہے، ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ میں دیکھا، کہ ایک عورت بہت ہی اضطراب اور اضطرار کے ساتھ اِدھر اُدھر پھر رہی ہے، وہ جہاں کوئی بچہ دیکھتی، اُسے اُٹھاتی، سینہ سے لگاتی، اور پھر دیوانہ وار تلاش میں مصروف ہو جاتی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف نگاہ اُٹھائی، اور آپ اُسے دیکھتے رہے، جہاں اُسے کوئی بچہ نظر آتا، وہ اسے اُٹھاتی، سینہ سے لگاتی، اور پھر آگے کی طرف چل دیتی، یہاں تک کہ اُسے ایک بچہ نظر آیا جسے اُس نے سینہ سے لگایا، اور پھر وہ اسے سینہ سے چمٹائے اُس میدانِ جنگ میں ایسے اطمینان سے بیٹھ گئی، کہ اُسے خیال ہی نہ رہا کہ یہاں جنگ ہو رہی ہے، وہ دُنیا و ما فیہا سے بے خبر اپنے بچّہ کو گود میں لئے میدانِ جنگ میں بیٹھی رہی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا تم نے اس عورت کو دیکھا، جب تک اسے اپنا بچّہ نہیں ملا تھا، یہ اسکی یاد میں ہر بچّہ کو اُٹھاتی، اسے پیار کرتی، اور اپنے سینہ سے چمٹاتی، مگر اسے تسکین نہیں ہوتی تھی، لیکن جب اسے اپنا بچّہ مِل گیا، تو اس نے اسے اپنے سینہ سے لگا لیا، اور یُوں بیٹھ گئی کہ دُنیا و مافیہا کی اسے کوئی خبر نہ رہی، پھر آپ نے فرمایا، جس طرح اس عورت کو اپنے بچّہ کے ملنے سے خوشی ہوئی ہے، ایسی ہی خوشی اللہ تعالیٰ کو اس وقت ہوتی ہے، جب اس کا کوئی گنہ گار بندہ توبہ کر کے اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔

اس مثال سے جہاں اور کئی قسم کے سبق ملتے ہیں، وہاں ایک سبق اس سے یہ بھی ملتا ہے، کہ جبتک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تموّج پیدا کر دیتا ہے۔ انیسویں صدی کے اوائل میں ہیگل اور فختے نے نظامِ حکومت کے متعلق نظریئے وضع کئے، جن کے ماتحت فرد کو حکومت کے ساتھ الحاق تامہ ہو گیا، جیسا کہ مسام کو جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ فرد کی وہی حیثیت تھی، جو اس کو حکومت کے مفید جزو بن کر مل سکتی تھی۔ حکومت کو ایک فائق فرد کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ ہیگل کا مقولہ ہے، کہ حکومت اس دنیا میں خدا کا بروز ہے۔ اس کو زمین میں امرِ ناطق کا درجہ حاصل ہے۔ یہ اپنا مقصد و غایت خود آپ ہے۔ ہمیں اس نظریئے کے حسن و قبح سے بحث کرنا مقصود نہیں، لیکن یہ ظاہر ہے، کہ اس فلسفیانہ نظریئے نے عمل کے میدان میں آکر تمام جرمن قوم میں تہوّر اور شجاعت پیدا کر دی، اور بے حسّی اور بے عملی کا عالم جاتا رہا۔ اس نظریئے کو سماج میں غالب کرنے کے لئے طریقۂ تعلیم بھی بدل گیا، اور نونہالانِ قوم اس نئے فلسفۂ حیات سے مستفیض ہوئے، اور قوم میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا، اور قومیّت کی داغ بیل پڑی۔ یہ اس فلسفے کی مثال ہے، جو لفظی جدال سے ہٹ کر سماج کی طرف متوجہ ہوا، اور اپنے بطن میں جذبات دعواطف کو جگہ دی، اور تمام قوم کی کایا پلٹ گئی۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی جرمنی میں فلسفی اور سیاست دان تھے، لیکن یہ لفظی نزاع میں گم ہو کر رہ گئے تھے، یہ قوم کے لئے پیغامِ عمل لیکر نہ آئے تھے، ان کی حالت بقول شاعر یہ تھی، ؎

فلسفی را با سیاست داں بیک میزاں مسنج چشم آں خورشید کورے۔ دیدۂ ایں بے نمے
آں تراشد قولِ حق را حجتِ نا استوار ویں تراشد قولِ باطل را دلیلے محکمے

جب تک "خورشید کور" فلسفی اور "چشم بے نم" سیاست دان رہے، قوم جمود و خمول میں رہی۔ لیکن جب فلسفے نے اپنے اندر عمل و عشق کو لیا، تمام قوم بیدار ہو گئی، اس "ندرتِ فکر و عمل" کی تازہ ترین مثالیں "کمیونزم" اور "فاشزم" ہیں، یہ بھی وہ فلسفیانہ نظریئے ہیں، جن کا خمیر عمل سے اٹھایا گیا، یہی وجہ ہے، کہ ان کی بدولت بعض ممالک میں انقلاب برپا ہوئے، اور جو قوم بے عملی اور بے حسّی کا شکار ہو کر رہ گئی تھی اس میں آثارِ حیات پیدا ہو گئے، یہ دوسرا سوال ہے، کہ یہ فلسفے دینِ الٰہی سے بیگانہ ہونے کی وجہ سے اپنے اندر "صورتِ خرابی" لئے ہوئے ہیں، اور ان کا سیلابی عروج الم انجام ہوگا، مگر یہاں فلسفیانہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نظریوں کے مقابلے میں بہت قابلِ قدر ہیں۔ جن کا مقصد سوائے لفظی نزاع اور جدال کے کچھ نہ ہوتا تھا۔ ایسا فلسفی قوم کو بیدار نہ کر سکتا تھا، ایسے بے عمل فلسفی کے متعلق شاعر نے کہا ہے، ؎

بلند بال تھا لیکن نہ تھا جسور و غیور
حکیم سرِّ محبّت سے بے نصیب رہا
پھرا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہیں وار
شکارِ زندہ کی لذّت سے بے نصیب رہا

جب تک فلسفہ جدلیات اور نزاعات تک محدود ہے، وہ قوم کے لئے پیامِ اجل ہے، یہ وہ فلسفہ ہے، جس میں محض فکر ہی فکر ہے" اور عمل کے تاج سے محروم ہے، یہ نظری فلسفہ ہے، اس کو حیاتِ انسانی کے کسی دَور میں بھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ فلسفے کا دوسرا اور روشن پہلو وہ ہے جس میں فکر کے ساتھ عمل بھی ہوتا ہے۔ یہی وہ فلسفہ ہے، جو قوموں کو قعرِ مذلت سے اُٹھا کر بامِ ترقی پر متمکّن کر دیتا ہے، ؎

ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوقِ انقلاب ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے؟ ملّت کا شباب
ندرتِ فکر و عمل سے معجزاتِ زندگی ندرتِ فکر و عمل سے سنگِ خارہ لعلِ ناب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوّں کا قتل

(۲)

(از گیانی واحد حسین صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ)

رسالہ ریویو بابت ماہ جنوری میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے، کہ گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کے دیوار میں چُنائے جانیکا قصّہ بالکل غلط ہے، جو محض سکھ مسلم کشیدگی پیدا کرنے کیلئے گھڑا گیا ہے، آج اسی سلسلہ میں چند اور باتیں پیش کی جاتی ہیں، جو قابلِ غور ہیں، اور جن سے اس افسانہ کا جھوٹا ہونا اظہر من الشمس ہو جاتا ہے

اوّل - الزام قتل کو ثابت کرنے کیلئے سب سے پہلی ضروری اور اہم چیز چشم دید گواہوں کی شہادت ہوتی ہے، اگر چشم دید گواہ نہ ملیں، تو دنیا کی تمام مہذب حکومتوں کے آئین کے مطابق الزامِ قتل ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور یہ عجیب بات ہے، کہ جن سکھ مؤرخوں نے گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کے دیوار میں چنائے جانیکا واقعہ لکھا، اور اسکی ذمہ واری حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے عامل صوبہ سرہند پر ڈالی ہے ان میں سے بلا استثناء کوئی بھی چشم دید گواہ کی حیثیت نہیں رکھتا، بلکہ وہ سب کے سب گورو صاحب کی وفات کے بہت عرصہ بعد ہوئے ہیں۔ اور ظاہر ہے، کہ ایسی حالت میں ان کی شہادت قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

جیسا کہ اس سے قبل بھی عرض کیا جا چکا ہے، اس معاملہ میں سب سے زیادہ مستند گواہی سیناپت کوی ہی کی سمجھی جاتی ہے، کیونکہ وہ گورو گوبند سنگھ صاحب کے درباریوں میں سے تھا، اور اس نے گورو صاحب کے چشم دید حالات قلمبند کئے ہیں، وہ لکھتا ہے، کہ جنگِ چمکور میں گورو صاحب کے چاروں صاحبزادے موجود تھے، جو مخالف فوجوں سے لڑتے رہے، چنانچہ گورسوبھا گرنتھ کے ادھیائے بارہ صفحہ ۶۶ نمبر ۳۰ و ۳۲ و ۳۵ میں صاحبزادہ اجیت سنگھ کا لڑنا مذکور ہے، اور صفحہ ۷۱، نمبر ۶۵ میں صاحبزادہ زور آور سنگھ کا لڑنا لکھا ہے، اور صفحہ ۷۳، نمبر ۷، میں صاحبزادہ فتح سنگھ و جُھجار سنگھ کا لڑتے ہوئے قتل ہونا بیان ہوُا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ صاحبزادہ فتح سنگھ چمکور کی جنگ میں قتل ہوُا، اور بعد کے سکھ مورخین کا یہ بیان کہ صوبیدار سرہند نے صاحبزادہ فتح سنگھ اور زور آور سنگھ کو حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کی پالیسی کے ماتحت دیوار میں چنوا دیا تھا، پچاس فیصدی غلط ہے۔ رہا بقیہ پچاس فیصدی، یعنی زور آور سنگھ کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیواریں چنایا جانا، سو اسکا بے بنیاد ہونا بھی سیناپت ہی کے بیان سے ثابت ہوتا ہے، وہ لکھتا ہے، کہ جب اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وفات کے بعد گورو گوبند سنگھ صاحب اپنی آخری عمر میں حیدرآباد جا رہے تھے، تو زورآور سنگھ آپ کو راستہ میں ملا۔ سیناپت کے اصل اشعار یہ ہیں:۔

اَلَپ دِوَس کچھ تہاں بتائے صاحب زورآور سنگھ آئے
آنند بھیو بدھ انک اپارا دیا کری پورن کرتارا
انک بھانت منگل گُن گائے انک بھانت باجن بجوائے

(سری گورسوبھا گرنتھ ادھیا ۱۸)

ان اشعار کا مطلب یہ ہے، کہ صاحبزادہ زورآور سنگھ گورو صاحب کے پاس آئے، جس پر آپ نے بہت خوشی منائی، باجے بجوائے، دان کیا، اور انعامات تقسیم کئے، اس سے صاف معلوم ہوگیا، کہ صاحبزادہ فتح سنگھ کی طرح زورآور سنگھ کے چنائے جانیکا واقعہ بھی غلط ہے، گویا یہ سارا افسانہ سو فیصدی جھوٹا ہے۔

دوم: سیناپت نے گورو صاحب کے چاروں صاحبزادوں کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے، کہ وہ جنگِ چمکور میں مخالف فوجوں سے خوب لڑے، اور یہ کہ زورآور سنگھ اور اجیت سنگھ نے دشمنوں کے بہت سے آدمیوں کو تہہِ تیغ کیا، اور جُھجھار سنگھ اور فتح سنگھ بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔ (سری گورسوبھا گرنتھ ادھیا ۸)

اس سے سکھ مورخین کی اس غلط بیانی کی تردید ہوتی ہے، کہ سرہند میں دیواریں چنائے جانے کے وقت صاحبزادگان نابالغ تھے، یعنی ایک سات سال کا اور دوسرا نو سال کا۔ اصل بات یہ ہے، کہ سکھ مؤرخین نے اس فرضی قصہ کو زیادہ سے زیادہ مشتعل بنانے کے لئے طرح طرح کی رنگ آمیزی سے بیان کیا ہے، اور چونکہ اس کی کوئی تاریخی اصل نہ تھی، اسلئے جس کے جی میں جو کچھ آیا، وہ لکھتا چلا گیا، اور نابالغی کا ذکر محض مسلمانوں کی انتہائی ظالمانہ ذہنیت کو ظاہر کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

سوم:۔ قتل کے مقدمہ میں اگر گواہوں کے بیانات میں کسی قسم کی اختلاف بیانی پائی جائے، تو یہ امر بھی الزام کو ثابت کرنے میں روک ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلی قسط میں ہم اس واقعہ کے متعلق سکھ مؤرخین کی چند اختلاف بیانیاں لکھ چکے ہیں۔ اسی قسم کی کچھ اور اختلاف بیانیاں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اکثر مؤرخین نے دیواریں چنائے جانیکے واقعہ کی تاریخ لکھنے سے گریز کیا ہے، جو اس امر کا ثبوت ہے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ وہ تاریخ وقوعہ کی نسبت کوئی قطعی فیصلہ نہ کرسکے، اور یہ بات بھی الزام کو جسقدر مضبوط کر رہی ہے، وہ ظاہر ہے لیکن جن مؤرخین نے تاریخ لکھنے کی جرأت کی ہے، ان میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ گیانی ٹھاکر سنگھ نے سری گورد وارہ درشن صفحہ ۱۶۴ میں اس واقعہ کا سن ۱۷۶۱ بکرمی لکھا ہے، مگر گیانی شیر سنگھ نے "سری گورو گوبند سنگھ داجیون" صفحہ ۸۲ ۴ میں سمت ۱۷۶۲ بکرمی لکھا ہے۔

(ب) دوسرا اختلاف نوعیتِ قتل میں یہ ہے۔ عام طور پر تو یہی مشہور ہے، کہ صاحبزادوں کو دیوار میں زندہ چنوا دیا گیا، مگر گیانی گیان سنگھ نے پنتھ پرکاش صفحہ ۲۶۹ میں لکھا ہے، کہ ساسل بیگ اور باچھل بیگ نامی جلّادوں نے صوبیدار کے حکم سے بچوں کے سرتن سے جُدا کر دیئے[1]۔ گیانی ٹھاکر سنگھ نے بھی سری گورد وارے درشن صفحہ ۱۶۴ میں بچوں کا تلوار سے قتل ہونا ہی لکھا ہے۔

(ج) سرہند میں جن صاحبزادوں کو دیوار میں چنا یا جانا بیان کیا جاتا ہے، ان کی شخصیت میں بھی اختلاف ہے گیانی گیان سنگھ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۷۶ میں اور گیانی ٹھاکر سنگھ سری گورد وارے درشن صفحہ ۱۶۴ میں اور پروفیسر سندر سنگھ ایم ایس سی گورو نانک کالج گوجرانوالہ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۰۹ میں لکھتے ہیں، کہ اُن دو صاحبزادوں میں سے جو سرہند میں قتل کئے گئے، ایک زور آور سنگھ تھا لیکن برعکس اسکے سورج پرکاش رُت ۶ انسو ۴۰ صفحہ ۱۹۷ مصنفہ بھائی سنتوکھ سنگھ اور گورو گوبند سنگھ داجیون صفحہ ۴۴۶ مصنفہ گیانی شیر سنگھ میں لکھا ہے، کہ صاحبزادہ زور آور سنگھ چمکور میں لڑتا ہوا مارا گیا۔

پھر جنم ساکھی بالا مطبوعہ مطبع منشی گلاب سنگھ کے صفحہ ۶۵۹ میں بھی یہی لکھا ہے، کہ زور آور سنگھ چمکور کی جنگ میں مارا گیا۔ لیکن اسی جنم ساکھی کے نئے ایڈیشن میں جو گورو خالصہ پریس میں چھپی ہے، زور آور سنگھ کی بجائے جھجھار سنگھ لکھ دیا ہے، حالانکہ گوربلاس پادشاہی دس کے ادھیائے ۱۲ میں جھجھار سنگھ کا سرہند میں مارا جانا لکھا ہے۔ پس یہ اختلاف بھی اس واقعہ کے غلط ہونے کی زبردست دلیل ہے۔

آئندہ قسط میں انشاء اللہ پروفیسر گنگا سنگھ صاحب کے جواب پر جو انہوں نے اپنے رسالہ امرت میں میرے مضمون ...کی سابقہ قسط کا دیا ہے تفصیلی بحث ہوگی

[1] یہ نام گیانی گیان سنگھ کے دماغ کی اختراع ہے۔ اوران کا کوئی ذکر کسی معتبر تاریخ میں نہیں ملتا۔ مگر اور ایک تعجب انگیز امر یہ ہے، کہ یہی گیانی صاحب "تواریخ گورو خالصہ" صفحہ ۱۷۶ میں لکھتے ہیں، کہ صوبیدار نے بچوں کو دیوار میں زندہ چنوا کر ہلاک کیا۔ کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی اختلاف بیانی ہوسکتی ہے؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انتقاد

"مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے"

ہمیں شیخ رحمت اللہ صاحب شاکرؔ کا شکر گزار ہونا چاہیئے، کہ انہوں نے مندرجہ بالا موضوع پر پونے دو سو صفحہ کی ایک نہایت دلچسپ کتاب تالیف کر کے ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔

ہندوستان میں تعلیم یافتہ مسلمانوں کا بیشتر حصہ چونکہ اسلامی تاریخ سے نابلد رہتا ہے، (جس کی بڑی وجہ یہ ہے، کہ ہندوستانی یونیورسٹیوں میں اس تاریخ سے بہت بے اعتنائی کا سلوک کیا جاتا ہے) اس لئے ان کے اسلاف کے کارہائے نمایاں ان کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں، اور یہی وجہ ہے، کہ ان کی نگاہیں قابلِ تقلید اسوہ کی تلاش کے لئے مغرب کی طرف اٹھتی ہیں، ان بیچاروں کو یہ علم ہی نہیں ہوتا، کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی زندگیوں میں ان کیلئے کتنا بڑا نمونہ اور کتنا عظیم الشان سبق موجود ہے، وہ نہیں جانتے، کہ اسلام نے اپنی اعلیٰ تعلیم و تربیت سے مسلمانوں میں کتنا بڑا انقلاب پیدا کر دیا تھا، کسطرح عرب کے بے آب و گیاہ صحراؤں میں بسنے والے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور قوتِ قدسی کے باعث بامِ ارتقاء اور معراجِ ترقی پر پہونچ گئے، وہ صداقت، دیانت، صبر، بردباری، شکر، محنت، قناعت، وفاداری، حلم، ایفائے وعدہ، طہارت، غیرت، احسان، ہمت، اولوالعزمی، خوش خُلقی، کشادہ پیشانی غرضیکہ تمام اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اور انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا، کہ وہ واقعہ میں ایسے تھے، اخلاص، قربانی، ایثار، تہذیب اور شائستگی کے مجسّمے، آرام طلبی اور تن آسانی سے نفور، باہمی تعلقات میں مہربان باپ، فرمانبردار بیٹے، وفادار خاوند، جاں نثار بھائی، ہمدرد رفیق، بہترین ہمسائے، مسکین پرور، یتیم نواز، معاملات میں صادق القول، عہد کے پکے، بلند ہمّت عالی حوصلہ، متواضع، عزتِ قوم پر جان دینے والے، وہ انسان تھے، مگر معلوم نہیں، کس مبارک مٹی سے انکا خمیر اٹھایا گیا تھا، ان تمام مکارمِ اخلاق کی روح پرور مثالیں آپکو اس کتاب میں ملینگی، مؤلف نے کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کرتے ہوئے انکے ذیل میں مسلمان نوجوانوں کے زریں کارناموں کو نہایت خوبصورتی سے سادہ اور عام فہم زبان میں جمع کر دیا ہے۔ مسلمان نوجوانوں خصوصاً احمدی نوجوانوں کو ضرور اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے، اور کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنے اسلاف کے اسوہ کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔ کتابت، طباعت عمدہ، ضخامت ۲۰۷ صفحات قیمت ۸ر ملنے کا پتہ:- احمدیہ بُک سٹال قادیان۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نمبر ۵۳۷۵:۔ منکہ ملک ظہور الدین ولد ملک معراجدین صاحب قوم ککے زئی پیشہ تجارت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن شاہدرہ ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۵/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ میری اس وقت جائداد منقولہ وغیر منقولہ کوئی نہیں، چونکہ میرے والد صاحب زندہ ہیں، اسلئے ابھی جائیداد تقسیم نہیں ہوئی۔ اور ہم سب مشترکہ کام کرتے ہیں، اس لئے میری کوئی ذاتی طور پر الگ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ اندازاً دس روپے ماہوار آمد تصور کر کے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں، میری وفات کے بعد جس قدر میری جائیداد ثابت ہو، اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ ظہور الدین بقلم خود۔ گواہ شد:۔ حکیم محمد صدیق پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ شاہدرہ گواہ شد:۔ رحیم بخش سیکرٹری مال بقلم خود ؂

نمبر ۵۳۷۶:۔ منکہ محمد عبداللہ ولد شیخ محمد قوم قریشی ہاشمی پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۵/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ میری اسوقت کوئی منقولہ جائیداد نہیں ہے، غیر منقولہ جائیداد کے طور پر ایک مکان موسومہ صابر کاٹیج واقعہ محلہ مسجد اقصیٰ جو کہ جدی ہے، اسکے ۱/۱۰ حصہ کا مالک ہوں۔ میرا گذارہ صرف ماہوار آمد پر ہے، جو معین نہیں ہے، کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے اور اوسط تقریباً ۱۵ روپے ماہوار ہے، میں اقرار کرتا ہوں، کہ میں اپنی ماہوار آمدنی کا اسکی کمی و بیشی کی نسبت کے ساتھ باقاعدہ ۱/۱۰ حصہ تازیست ادا کرتا رہونگا۔ میں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں، کہ اگر اسکے علاوہ بوقت وفات میری کوئی اور جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ثابت ہو، تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں، تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ العبد:۔ محمد عبداللہ قریشی بقلم خود؂ گواہ شد:۔ محمد شریف بقلم خود۔ گواہ شد:۔ علی محمد ٹھیکیدار فاضلکا؂

نمبر ۵۳۷۷:۔ منکہ عبدالمنان احمدی مہاجر دہلوی ولد ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب دہلوی قوم قریشی پیشہ ملازمت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عمر بیس سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰/۴/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ اور نہ ہی مجھے کوئی باقاعدہ ماہوار آمدنی ہے۔ البتہ سال میں دو ماہ ٹیریٹوریل فورس میں کام کرتا ہوں۔ اسکے علاوہ مجھے تقریبًا دو تین روپے ماہوار بطور جیب خرچ ملتے ہیں۔ کل اندازًا پانچ روپے ماہوار ہونگے۔ مَیں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں۔ کہ آئندہ جب بھی مجھے کسی ملازمت یا کام کاج سے کوئی آمدنی ہوگی۔ مَیں باقاعدہ اسکا ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ نیز اگر میری وفات کے وقت کوئی جائداد ثابت ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ عبد المنان احمدی مہاجر دہلوی بقلم خود۔ گواہ شد۔ شیخ عبد المجید احمدی آف ڈیرہ دون۔ گواہ شد۔ قاضی عبد الرحمٰن محرر نظارت علیا۔

نمبر ۵۲۹۶۔ مَیں فضل بیگم زوجہ چوہدری عبد الرحمٰن صاحب شاکر قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۱۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۸/۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد اس وقت تین سو روپیہ مہر ہے جو میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور اگر میری وفات پر اسکے علاوہ کوئی اور جائیداد پیدا یا ثابت ہوگی تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی اور اگر مَیں اپنی زندگی میں وصیت کا کوئی حصہ ادا کردوں تو وہ وصیت سے منہا ہو جائیگا۔ الامۃ۔ فضل بیگم ۱۱/۸/۳۸ء۔ گواہ شد۔ علی محمد بی۔ اے۔ بی۔ ٹی پریذیڈنٹ دار الفضل ۱۱/۸/۳۸ء۔ گواہ شد۔ عبد الرحمٰن شاکر احمدی محرر دفتر ریویو انگریزی خاوند موصیہ ۱۱/۸/۳۸ء۔

نمبر ۵۳۲۷۔ مَیں مسماۃ ہاجرہ بیگم زوجہ چوہدری نور الدین صاحب احمدی ذیلدار قوم جٹ سُرا پیشہ زمیندارہ عمر ۳۱ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک ۶/۱۱.ایل ڈاکخانہ خاص ضلع منٹگمری صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ (۱) میری جائیداد اسوقت مبلغ آٹھ صد روپیہ ہے اس میں سے مبلغ پانصد روپیہ مہر ہے جو مَیں وصول کر چکی ہوں۔ اور تین صد روپیہ کا زیور ہے مندرجہ بالا مہر اور زیورات کے ۱/۸ حصہ کی وصیت مَیں بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی میری جائیداد میری زندگی میں پیدا ہو سکی۔ تو اس کے ۱/۸ حصہ کی وصیت کرتی ہوں اور انشاء اللہ اپنی زندگی میں ہی کوشش کرکے حصہ وصیت ادا کردونگی اور تادمِ زیست حصہ آمد بھی ادا کرتی رہونگی۔ (۲) چندہ شرط اول مبلغ یک روپیہ ادا کر دیا گیا ہے (۳) مبلغ اڑھائی روپے برائے اعلان وصیت ادا کر دیئے ہیں۔ الامۃ بقلم خود ہاجرہ بیگم موصیہ زوجہ چوہدری نور الدین صاحب ذیلدار چک نمبر ۶/۱۱.ایل ڈاکخانہ خاص ضلع منٹگمری ۵/۳۹ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گواہ شد:- بقلم خود نور الدین ذیلدار۔ خاوند موصیہ چک ۶/۱۱.L ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع منٹگمری ۵/۳۹ ۵

گواہ شد:- خاکسار محمد حسین سیکرٹری وصایا جماعت ہٰذا پنشنر ڈاکٹر ۵/۳۹ ۵

نمبر ۵۳۷۸:- مَیں سارہ بیگم زوجہ مولوی عبد الرحیم صاحب دَرد قوم ارائیں عمر ۳۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۸ رمئی ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیّت کرتی ہوں:- میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ مہر مبلغ پانسو روپیہ ہے۔ میں اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز میرے مرنے پر جو جائیداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:- سارہ دَرد۔ گواہ شد:- عبد الرحیم دَرد۔ ۸ ۵/۳۹۔ گواہ شد:- عبد القدیر نیاز دار الانوار قادیان ۸ ۵/۳۹ ؎

نمبر ۵۳۷۹:- مَیں کلثوم بیگم زوجہ سلطان محمود احمد صاحب قوم ارائیں عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۸ رمئی ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیّت کرتی ہوں:- میری جائیداد حسب ذیل ہے چھ عدد چوڑیاں طلائی قیمتی ساٹھ روپے مہر مبلغ پانسو روپیہ ہے مَیں اس جائیداد کے ۱/۹ حصہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں نیز میرے مرنے کے وقت اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:- کلثوم بیگم۔ گواہ شد:- سلطان محمود احمد ۸ ۵/۳۹ گواہ شد:- عبد الرحیم دَرد ۸ ۵/۳۹

نمبر ۵۳۸۱:- مَیں احمد دین ولد اللہ دین قوم ساگر پیشہ جلد سازی عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن گجرات محلہ کاملپورہ ڈاکخانہ خاص ضلع خاص صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۳ رمئی ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں:- میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں، اس وقت میری ماہوار آمد تقریباً سولہ -/۱۶ روپیہ ہے۔ مَیں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصّہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو، اس کے بھی ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط المرقوم ۲۳ ۵/۳۹۔ العبد:- احقر احمد الدین بقلم خود موصی۔ گواہ شد:- بقلم خود محمد ابراہیم ڈار سیکرٹری وصایا جماعت احمدیہ گجرات ۲۳ ۵/۳۹ گواہ شد:- بقلم خود شیخ عبد العزیز کتب فروش احمدی گجرات پنجاب ۲۳ ۵/۳۹ ؎

نمبر ۵۳۸۲:- منکہ عبد اللہ مصطفےٰ ولد قاری غلام مجتبےٰ صاحب پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان حال وارد نیروبی ڈاکخانہ نیروبی صوبہ کینیا کالونی بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۳ را پریل ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں:- میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میری ماہوار آمدنی مبلغ تین سو تین شلنگ ہے۔ مَیں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنیکے وقت جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط۔ العبد:- عبداللہ مصطفٰے موصی۔ گواہ شد:- سید محمود اللہ شاہ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نیروبی گواہ شد:- محمد اکرم خان غوری سیکرٹری وصایا نیروبی پوسٹ بکس ۶۲۲ ؎ ۔

نمبر ۵۳۸۲:- مَیں جیواں بی بی زوجہ چوہدری علی بخش نمبردار قوم اوان پیشہ خانہ داری عمر ستاون ۵۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۲ء ساکن بھر تھانوالہ ڈاکخانہ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۹/۳/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں کہ میری موجودہ جائیداد جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے اسکے ۱/۳ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اور اگر مَیں اپنی وصیت کے حصہ مذکورہ میں سے سب یا بعض حصہ رقم کا ادا کرکے اسکی رسید خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان سے حاصل کرلوں تو اس رقم کو میرے حصہ وصیت سے وضع کرلیا جائیگا۔ اسی طرح اگر میری وفات کے بعد اگر درج شدہ جائیداد کے علاوہ دوسری جائیداد بھی ہے تو اس کے ۱/۳ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میرے موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ مہر بذمہ خاوند -/-/۳۲ چاندی کی ہنسلی وزنی ۲۰ تولے -/-/۱۴ - چاندی کی بالیاں -/-/۴ - نقد پچاس روپے - کل -/-/۱۰۰ روپے۔ الامتہ نشان انگوٹھا جیواں بی بی موصیہ۔ گواہ شد:- علی بخش خاوند موصیہ گواہ شد:- محمد رفیق پسر موصیہ ؎

نمبر ۵۳۸۳:- منکہ سید بدرالدین احمد ولد مولوی سید اختر الدین احمد قوم سادات پیشہ تجارت عمر ۲۳/۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن کوسمبی ڈاکخانہ سونگھڑہ ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۶/۵/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ سردست مَیں ایک دوسرے شخص کی شراکت میں کاروبار کر رہا ہوں۔ اس شراکت میں میرا کوئی سرمایہ نہیں۔ البتہ منافع میں سے ۲۵ فیصدی کا حقدار ہوں۔ اسکے علاوہ میرا کوئی اور آمد کا ذریعہ نہیں۔ اس کاروباری سرمایہ میں سے فی الحال عنہ روپے ماہوار لیا کرتا ہوں۔ لہٰذا مَیں اپنی اس آمد کا ۱/۱۰ حصہ ہر ماہ باقاعدہ طور پر صدر انجمن احمدیہ کو بھیجتا رہونگا۔ مستقل کاروبار چلنے یا غیر مستقل ہونے ہر صورت میں میری وصیت ہوگی۔ اگر خدانخواستہ کسی وقت میری آمدنی کے ذرائع بند ہوجاویں تو مَیں صدر انجمن احمدیہ قادیان کو برابر اطلاع دیتا رہونگا۔ تا صدر انجمن احمدیہ مجھے معذور سمجھے۔ نفع کی ترقی کے مطابق و دیگر ادر آمدنی کے مطابق مَیں انشاء اللہ العزیز دسواں حصہ نفع و دیگر آمدنی کا صدر انجمن احمدیہ قادیان کو روانہ کرتا رہونگا۔ اس وقت میری موجودہ جائیداد کوئی نہیں۔ نیز میری وفات کے وقت اگر کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اسکے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم آمین۔ وصیت کنندہ کا پتہ یہ ہے۔ سید بدرالدین احمد ... معرفت فرنیڈلیڈ کمپنی ع۹۱ بنک سٹریٹ کلکتہ - العبد:- خاکسار سید بدرالدین احمد عفی عنہ۔ گواہ شد:- سید اختر الدین احمد احمدی ساکن کوسمبی سونگڑہ ضلع کٹک - پدر موصی؛ گواہ شد محمد اسحاق میر معرفت السٹ انڈین ریلوے پولیس کلکتہ :- گواہ شد سید عبد الشکور احمدی برادر موصی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حقیقی محبوب نہیں مِلتا، انسان عارضی طور پر دوسرے محبوبوں سے دل لگا کر اپنے دل کی جلن دُور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسی طرح اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کا جذبہ جو حقیقی ہے، جب تک پیدا نہیں ہوتا، انسان دوسری محبتوں سے اپنے دل کو تسکین دینے کی کوشش کرتا ہے، لیکن جب اسے حقیقی محبوب جو خدا ہے مِل جاتا ہے تو اس وقت وہ سمجھتا ہے، کہ جس چیز کا نام لوگوں نے عشق مجاز رکھا ہُوا ہے، وہ بالکل بے حقیقت ہے، ایک دفعہ اس خیال کے ماتحت مینے ایک شعر اس کے متعلق بھی کہا جو یہ ہے کہ ؎

نظر آ رہی ہے چمک وہ حُسنِ ازل کی شمعِ حجاز میں
کہ کوئی بھی اب تو مزا نہیں رہا قیس عشقِ مجاز میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپؐ کے اندر خدائی نور دیکھنے کے بعد دُنیا کی محبتیں ایسی سرد ہو گئی ہیں، کہ ان میں کوئی لطف نہیں رہا، جب تک محبوبِ حقیقی کا جلوہ نظر نہیں آیا تھا، دُنیا عشقِ مجازی سے تسلّی پاتی تھی، مگر جب محبوبِ حقیقی کا چہرہ اُس نے دیکھ لیا، تو مجازی محبوب اسکی نگاہ میں حقیر ہو گئے، یہی وہ نکتہ ہے، جس کو ایک بزرگ صحابی نے نہایت ہی لطیف پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شعروں کا بہت شوق تھا، ایک دفعہ انھوں نے تمام گورنروں کے نام چِٹھی لکھی، کہ عرب کے جس قدر مشہور شعراء ہیں ان سے کہو کہ وہ اپنا تازہ کلام مجھے بھجوائیں، ایک گورنر کو جب یہ چِٹھی پہنچی تو اس نے لوگوں سے مشورہ لیا کہ یہاں کون کون سے بڑے شاعر ہیں، ان لوگوں نے دو شاعروں کے نام بتائے، جن میں ایک سبعہ معلّقات کے شعراء میں سے تھے، اس گورنر نے ان دونوں شاعروں کو لکھا، کہ حضرت عمرؓ نے آپ لوگوں کا تازہ کلام منگوایا ہے، کچھ اشعار کہہ کر بھیج دو، اسپر دوسرے شاعر نے تو ایک تازہ نظم بنا کر بھیج دی، مگر یہ شاعر جن کا نام لبید تھا، اور جو عرب کے بہترین شاعروں میں سے تھے۔۔۔ اُن شاعروں میں سے کہ جب وہ مکّہ میں آتے، تو علماء و ادباء کا ہجوم ان کے گِرد ہو جاتا، اور سب انھیں باپ کی سی حیثیت دیتے، انھوں نے جواب میں لکھا، کہ میرا قصیدہ تو یہ ہے، الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شہنشاہِ طب حکیم الامت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اولؓ کی بیاضِ خاص کا تحفہ

مجرّباتِ نورالدّین اعظمؓ

میاں عبدالوہاب صاحب عمرؔ خلف حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کا عطیّہ

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ لکھتے ہیں "بھیرہ میں مَیں نے ایک طبیب سے مشورہ کیا کہ میں یہاں طب کرنا چاہتا ہوں۔ تو اس نے کہا تم یہاں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تم مانگو گے نہیں۔ یہاں عطار اور جراح مخالفت کرینگے علماء کی مخالفت اسکے علاوہ ہے میں نے توکل علی اللہ اپنے ایک طالب العلم سے کہا کہ یہ سرمہ بناؤ۔

مَیں نے ایک شخص کی آنکھ دیکھکر یہ سرمہ لگا دیا۔ اسکی دیکھا دیکھی ایک اور شخص نے اور سرمہ ہی طلب کیا۔ ہمارے شہر میں آنکھوں کی امراض بکثرت تھیں۔ خدا تعالےٰ ہی کے عجائبات ہیں، کہ اس تدبیر نے بڑی کامیابی کا منہ دکھایا"

یہ سرمہ "نورِ نظر" جملہ امراض چشم میں کافی سے زیادہ سراہا جاچکا ہے۔ ککروں کو زائل کرتا ہے یا ککروں کی وجہ سے آنکھوں میں آشوب یا زخم ہو گئے ہوں اور بینائی کم ہوتی جاتی ہو۔ خارش اور کھجلی کے واسطے اکسیر ہے آنکھوں کو ہلکا اور صاف کرتا ہے۔ اس کا دائمی استعمال آنکھوں کو امراض و آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے اپنے نادر اور قیمتی کھرل میں ہفتوں کی محنت سے تیار کیا گیا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ ؛

آنکھ کو معدہ سے خاص تعلق ہے۔ اسلئے معدہ کی صحت سے آنکھیں تندرست رہتی ہیں اسلئے اگر معدہ میں نقص ہو۔ تو اس سرمہ کے ساتھ **اکسیر معدہ** استعمال کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے مطب میں یہ دوا سیروں استعمال ہوتی تھی۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے ہزارہا لوگوں نے اس سے صحت حاصل کی ہے۔ کھانیکے بعد بے چینی۔ متلی۔ قبض یا دست پیٹ میں نفخ یا درد۔ منہ کا مزہ کسیلا یا بدمزہ۔ غرض جملہ امراض امعاء و معدہ میں نہایت ہی اکسیر دوائی ہے قیمت ۳۲ کیپچٹ دو روپے ؛ **ملنے کا پتہ:۔**

مینیجر دواخانہ نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ دفتر قاعدہ یسرنا القرآن۔ قادیان۔ پنجاب ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ گورنر کو ان کی اس حرکت پر سخت غصہ آیا، اور اس نے پھر لکھا، کہ مَیں نے حضرت عمرؓ کا آپ کو پیغام بھجوایا ہے، یہ میرا پیغام نہیں، آپ ضرور اپنا تازہ کلام مجھے بھیجیں، تا میں حضرت عمرؓ کو بھجوا دوں، انھوں نے پھر لکھا کہ تازہ کلام یہی ہے، الٓمّٓ ٥ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ اس پر گورنر نے ان کو سزا دی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھ دیا کہ ایک شاعر نے تو چند شعر بھجوائے ہیں، جو میں آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، مگر لبید نے آپ کے پیغام کے جواب میں قرآن کریم کی چند ابتدائی آیات لکھ کر بھجوا دی تھیں، جس پر مَیں نے انھیں جرمانہ کیا ہے، اور ان کا وظیفہ بند کر دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس گورنر پر بڑی ناراضگی کا اظہار کیا، اور فرمایا، لبید نے تو ہم کو سبق دیا ہے، اور بتایا ہے، کہ قرآن کریم کے نزول کے بعد شعر و شاعری سب ختم ہو گئی، اور اب جو کچھ ہے، قرآن ہی ہے، مگر تم نے بجائے انھیں کوئی انعام دینے کے اُلٹا اُن کا وظیفہ بند کر دیا، ہم حکم دیتے ہیں، کہ ان کا وظیفہ دُگنا کر دیا جائے، حقیقت یہی ہے کہ جو کلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اس کے آنے کے بعد دُنیا کی تمام تر توجہ کا مرکز تعلیمی لحاظ سے وہ کلام ہو گیا جو آپ لائے، اور نمونہ کے لحاظ سے آپ کی ذات ہو گئی، یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ دُنیا کے لئے اُسوہ تھے، اور آپ کے وجود ہی کو دُنیا اپنے آگے رکھ کر چل سکتی تھی، اس کے علاوہ اُن کے پاس اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔

یہ مضمون جو اس وقت میرے سامنے ہے، اتنے پہلوؤں پر مشتمل ہے، کہ کسی ایک تقریر یا مضمون میں اسے بیان نہیں کیا جا سکتا، یہ ایک سمندر ہے، اور اتنا وسیع مضمون ہے، کہ کئی سالوں تک اس کے مختلف پہلوؤں پر تقریریں کی جا سکتی ہیں، پس یہ تو ناممکن ہے، کہ کوئی ایسا مضمون بیان کیا جائے، جس میں یہ بالاستیعاب تمام باتیں آجائیں، ہاں اصولی طور پر چند باتیں بیان کی جا سکتی ہیں، اس لئے مَیں بھی اصولی رنگ میں چند باتیں اس عنوان کے متعلق بیان کر دیتا ہوں۔

امن ایک ایسی چیز ہے، جس کے لئے دُنیا ہمیشہ کوشش کرتی چلی آئی ہے، یا تو دُنیا بیرونی امن کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لئے جدوجہد کرتی ہے، یا جب بیرونی امن کے لئے جدوجہد نہیں کر رہی ہوتی، یا اس میں کامیاب ہو چکی ہوتی ہے، تو اندرونی امن کے لئے جدوجہد کرتی ہے، چنانچہ بڑے بڑے دولتمند اور عالم و فاضل جب آپس میں ملتے ہیں، تو ان کی گفتگو کا موضوع اکثر یہی ہوتا ہے، کہ اَور تو ہمیں سب کچھ میسر ہے، مگر دل کا امن نصیب نہیں، پس امن صرف بیرونی ہی نہیں ہوتا، بلکہ دل کا بھی ہوتا ہے، اور حقیقت یہ ہے، کہ جب تک دل کا امن نصیب نہ ہو، اُس وقت تک ظاہری امن کوئی حقیقت نہیں رکھتا، مثلاً اس عورت کی مثال لے لو جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے، اگر اُسے ہر قسم کی دنیوی نعمتیں میسر ہوتیں، عالیشان محل میں وہ رہتی، ہزاروں خادم اُس کے پاس موجود ہوتے، ہر قسم کے کھانے اس کے ارد گرد ہوتے، عمدہ لباس اُس کے زیبِ تن ہوتا، دولت کی فراوانی ہوتی، آرائش کا سامان اُس کے پاس بکثرت ہوتا لیکن فرض کرو اُس کا بچہ گمشدہ ہوتا، تو وہ کھویا ہوا بچہ اُس کے امن کو بھی اپنے ساتھ ہی لے جاتا، اور دولت کے انبار، آرائش کے سامان، کھانے پینے کی اشیاء کی کثرت، خدمت گاروں کی موجودگی، اور عالیشان محل میں قیام اُس کے دِل کو ذرا بھی چین نہ دے سکتے، سو ظاہری امن اپنی ذات میں اُس وقت تک کوئی حیثیت نہیں رکھتا، جب تک باطنی امن اُسکے ساتھ نہ ہو، ہمیشہ وہی امن امن کہلا سکتا ہے، جو ظاہر و باطن دونوں لحاظ سے امن دینے والا ہو۔

اِس وقت دُنیا میں ہم عام طور پر یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ امن کے خواہشمند ہیں، لیکن امن ان کو میسر نہیں، اور اسکی وجہ یہ ہے، کہ دُنیا میں اتنی مختلف الانواع مخلوق ہے، کہ جب تک کسی ایک قاعدہ کے ماتحت امن کا حصول نہ ہو، اس وقت تک سب لوگ مطمئن نہیں ہو سکتے، ہم دیکھتے ہیں، کہ دُنیا میں انسانوں میں ہزاروں اختلافات پائے جاتے ہیں، ایک دوسرے کے مفاد مختلف ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے جذبات مختلف ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی خواہشات مختلف ہوتی ہیں، اور ایک دوسرے کی ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں، ان متضاد خواہشوں اور متضاد ضرورتوں کے ہوتے ہوئے دُنیا میں امن کس طرح ہو سکتا ہے؟ ایسے متضاد اور مخالف خیالات کی موجودگی میں تبھی امن قائم ہو سکتا ہے، جب ساری دُنیا ایک ایسی ہستی کی تابع ہو، جو امن دینے کا ارادہ رکھتی ہو، اگر یہ بات نہ ہو، تو کبھی امن میسر نہیں آسکتا، ہم روزانہ دیکھتے ہیں، کہ ایک گھر میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah
ماں باپ ذرا اِدھر اُدھر ہوتے ہیں، تو تھوڑی ہی دیر میں بچے لہو لہان ہو جاتے ہیں، کسی کے گلے پر زخم ہوتا ہے، کسی کے بال نوچے ہوئے ہوتے ہیں، کسی کے کپڑے پھٹے ہوئے ہوتے ہیں، کسی کی آنکھ سوجی ہوئی ہوتی ہے، مگر جب ماں باپ آتے ہیں، تو ان کے سامنے ایسی بھولی بھالی شکلیں بنا کر بیٹھ جاتے ہیں، گویا وہ لڑائی جھگڑے کو جانتے ہی نہیں، اس لئے کہ ماں باپ کی نیت یہ ہوتی ہے، کہ ان کے بچے امن سے رہیں، پس درحقیقت امن اس وقت حاصل ہو سکتا ہے، جب دُنیا پر ایک ایسی بالا ہستی ہو، جو امن کی متمنی ہو، اور جو دوسروں کو امن دینا چاہتی ہو، اور ایسے قوانین نافذ کرنا چاہتی ہو، جو امن دینے والے ہوں، اور وہی شخص حقیقی امن دینے والا قرار پا سکتا ہے، جو اس ہستی کی طرف لوگوں کو بُلائے۔ یہ امن دینے والی ہستی کی طرف توجہ دلانے والی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ انسان ہیں، جن کے ذریعہ دُنیا کو یہ معلوم ہُوا، کہ خدا تعالےٰ کے ناموں میں سے ایک نام امن دینے والا بھی ہے، چنانچہ سورۂ حشر میں اللہ تعالیٰ کے جو نام گنائے گئے ہیں، اُن میں سے ایک نام یہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تُو لوگوں کو توجہ دلا اس خدا کی طرف جو بادشاہ ہے، پاک ہے، اور السّلام یعنی دنیا کو امن دینے والا اور تمام سلامتیوں کا سرچشمہ ہے، یعنی جس طرح ماں باپ یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے، کہ ان کے بچے لڑیں جھگڑیں یا فساد کریں، بلکہ وہ امن شکن کو سزا دیتے، اور امن قائم رکھنے والے بچے سے پیار کرتے ہیں، اس طرح تمہارے اوپر بھی ایک خدا ہے، وہ دیکھ رہا ہے، کہ تمہارے مفاد مختلف ہیں، تمہارے ارادے مختلف ہیں، تمہاری ضرورتیں مختلف ہیں، تمہاری خواہشیں مختلف ہیں، اور تم بعض دفعہ جذبات میں بے قابو ہو کر امن شکن حرکات پر تیار ہو جاتے ہو، مگر یاد رکھو، خدا ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتا، وہ سلام ہے، جب تک کوئی سلامتی اختیار نہ کرے، اس وقت تک وہ اس کا محبوب نہیں ہو سکتا،

ہر شخص سمجھ سکتا ہے، کہ خالی امن کی خواہش امن پیدا نہیں کر دیا کرتی، کیونکہ بالعموم امن کی خواہش اپنے لئے ہوتی ہے، دوسروں کے لئے نہیں ہوتی، چنانچہ جب لوگ کہتے ہیں، دولت بڑی اچھی چیز ہے، تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے، کہ دشمن کی دولت بھی اچھی چیز ہے، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے، کہ میرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکتبہ جامعہ کے تازہ ترین علمی کارنامے

وقت کی تین لاجواب کتابوں کی اشاعت

(۱) ہندوستان (۲) جوہر اقبال (۳) مضامین محمد علی

ہندوستان۔ جو تقریریں آل انڈیا ریڈیو نے ۲۰ فروری ۱۹۳۹ء سے ۲۵ فروری ۱۹۳۹ء تک نشر کرائی تھیں مکتبہ جامعہ نے ۲۶ فروری ۱۹۳۹ء کی صبح کو انہیں بیک وقت اپنے تینوں دفاتر دہلی۔ لاہور اور لکھنؤ سے شائع کرایا

ڈاکٹر تاراچند، مولوی عبدالحق، بابو راجندر پرشاد، ڈاکٹر ذاکر حسین، پنڈت برج موہن دتا تریہ کیفی، مسٹر آصف علی نے

وقت کے اہم ترین مسئلہ کا حل جس طرح پیش کیا ہے آپکو صرف اس کتاب سے معلوم ہوگا۔ کتاب اردو اور ہندی دونوں رسم الخط میں شائع کی گئی ہے

قیمت اردو ایڈیشن ۱۲ر

قیمت ہندی ایڈیشن ۱۲ر

جوہر اقبال:۔ علامہ اقبال کی زندہ جاوید اور بے مثال شخصیت پر ہندوستان کے چوٹی کے ارباب علم و فضل ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر عابد حسین، مولوی عبدالحق، سید سلیمان ندوی، مہاتما گاندھی، سر سپرو، سر اکبر حیدری، پروفیسر محمد مجیب، پروفیسر رشید احمد صدیقی اور غلام السیدین کے مضامین اور پیامات قیمت مجلد ۱۲ر

مضامین محمد علی مرتبہ پروفیسر محمد سرور صاحب مولانا کی سیاسی مذہبی ادبی اجتماعی زندگی کی سرگرمیوں کا نہایت دلآویز مرقع جس میں انکی شخصیت وطن و ملت کے مسائل سیاسی اور اجتماعی تحریکات کی شکل میں پیش کی گئی ہے یہ مولانا کی خود نوشت سوانح عمری بھی ہے اور ہندوستان کی سیاسی تاریخ ضخامت ۶۰۰ صفحات قیمت مجلد ۱۲ر۔

نوٹ۔ تینوں کتابوں کا محصول ڈاک ۵ ار ہے جو حضرات رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی بھیجدیں گے انکے ساتھ نصف محصول ڈاک کی رعایت ہوگی یعنی منی آرڈر ۱۱ر کے بجائے ۱۲ر کا کیجیے۔

مکتبہ جامعہ

۱۔ قرولباغ نئی دہلی ۳۔ امین آباد لکھنؤ

۲۔ جامعہ مسجد دہلی ۴۔ لوہاری دروازہ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں

صرف تیس (۳۰) روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستر کتابیں، جو رسالہ "ریویو" کے سائز پر چھ ہزار صفحوں کی ہیں صرف تیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں۔ بعض کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:-

براہین احمدیہ حصہ اول و دوئم و سوئم و پنجم	چشمۂ معرفت
آئینہ کمالاتِ اسلام	گورنمنٹ انگریزی و جہاد
جنگِ مقدس	لجتہ النور
سُرمہ چشم آریہ	تحفہ گولڑویہ
ازالہ اوہام مکمل	اربعین ہر چہار حصہ
شہادۃ القرآن	اعجاز المسیح
نور القرآن ہر دو حصہ	نزول المسیح
انجامِ آتھم	کشتی نوح
ایام الصلح	اعجاز احمدی
مسیح ہندوستان میں	نسیمِ دعوت
تریاق القلوب	تذکرۃ الشہادتین
خطبہ الہامیہ	حقیقۃ الوحی

یہ سب کتابیں بالکل نئی ہیں۔ آرڈر کے ہمراہ کم از کم دو روپے پیشگی ارسال فرمائیں۔ اپنا نام مع مکمل پتہ صاف تحریر فرماویں اگر ریلوے پارسل کے ذریعہ کتابیں منگوانی منظور ہوں تو ریلوے سٹیشن کا نام بھی تحریر فرمائیں۔ محصول بذمہ خریدار ہوگا۔

ملنے کا پتہ:- مینیجر رسالہ ریویو۔ اردو۔ قادیان